بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

[illegible]

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مینیجر | جلد ۱۴ | نمبر ۱۲

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق صفر ۱۳۳۸ھ

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ہے طالبعلموں سے عمر

باہتمام شیخ عبدالرحمن (قادیانی) پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کے سال کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین۔ محض خدا کے فضل و کرم سے تشحیذ کا سال سنہ ۱۹۱۹ء ختم ہوا اور اب اپنی عمر کے پندرھویں برس میں قدم رکھتا ہے۔ اللہ نے مجھے توفیق دی کہ ایسے ایسے مضامین کے ساتھ جو مستقل تصانیف کا حکم رکھتے ہیں اسے ٹھیک وقت پر شائع کر رہا ہوں باوجود کاتب کی دقت کے۔ ابھی اپنے محسن کارساز مولیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو ملک و ملت کے لئے پہلے سے بڑھکر مفید بنائے اور اس کی باقاعدگی و عمدگی میں کوئی فرق نہ آئے۔

ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا مگر ناظرین کرام کے ذمہ بہت سا فرض ہے بلکہ قرض ہے اعانت کا سوال ابھی تک پیش ہے کیا

"جلسہ پر آنے والے احباب"

اس بات کو مد نظر رکھینگے کہ وہ تشحیذ کا قرض اُتارنے کے لئے کچھ نہ کچھ رقم اس فنڈ میں جمع کرا دینگے جو بمنشائے حضرت خلیفۃ المسیح کھولا گیا اور جس کے لئے پانچ مرتبہ مکرم ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے اپیل بھی کی ہے۔ اگر جلسہ پر آنے والے احباب میں سے ایک ہزار ایسے بزرگ نکل آئیں جو آٹھ آٹھ آنہ اعانت کا چندہ دیں اور پانسو بزرگ ایسے جو پیشگی قیمت داخل کر کے اس کے خریدار بن جائیں تو آپ کے تشحیذ کو بہت سا کام حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف احباب کی توجہ درکار ہے۔

دوم ایک سو کے قریب ایسے دوست ہیں جنہوں نے اعانت کا وعدہ کیا مگر سنہ ۱۹۱۹ء کا چندہ ابھی ادا نہیں کیا وہ بھی توجہ فرمائیں ان کو کارڈ اطلاعی لکھے گئے ہیں۔

سوم۔ اگر حالات نے اجازت دی تو جنوری کا مع فروری کا تشحیذ سنہ ۱۹۲۰ء کی قیمت سالانہ وصول کرنے کے لئے وی پی ہوگا امید ہے کوئی صاحب اس پر وقت امداد سے دریغ کر کے نقصان نہ پہنچائینگے۔

مینیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

نبی کریم اور مسیح موعود کی پیشگوئی بائبل میں

تشحیذ ماہ ستمبر میں ہندوؤں کو بشارت دی گئی تھی کہ کلکی اوتار آچکا۔ اور انہی کی مسلمہ کتب سے ثابت کر کے دکھایا گیا تھا کہ آنے والے کے لئے یہی زمانہ مقرر ہے۔ اور یہ کہ اس موعود کا نام احمد نبی انہی کی کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے اس نمبر میں عیسائیوں کے غور کے لئے ایک پیشگوئی پیش کرتا ہوں۔ ان کی حق جوئی و انصاف پسندی سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس پر توجہ دیں گے۔

اعمال باب ۳ آیت ۱۸ تا ۲۱۔ پڑھئے جو یہ ہے۔

"پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائیگا سو پوری کیں۔ پس توبہ کرو اور متوجہ ہو۔ کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خدا کے حضور سے تازگی بخش ایام آئیں۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع

سے کیا اپنی حالت پر آئیں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمھارا خدا ہے تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمھیں کہے اس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا۔"

اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

(۱) یسوع مسیح آچکا ہے۔ اس لئے جس پیشگوئی کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور جو استثناء باب ۱۸۔ آیت ۱۵ میں ہے۔ وہ مسیح کے متعلق نہیں۔ بلکہ کسی اور نبی کے بارے میں ہے۔ مسیح کی نسبت تو اسی باب میں لکھا ہے۔

"پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اُٹھائیگا سو پوری کیں۔"

گویا مسیح کے بارے میں جو نبوت عہد عتیق میں تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔

(۲) یسوع مسیح پھر آنیوالا ہے۔ یعنی اس کا دوبارہ نزول ہوگا۔ مگر آسمان اسے لئے رہیگا جب تک وہ سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ جو خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی شروع سے فرمایا۔ وہ کیا؟ ایک نبی کی بعثت وہ نبی کیسا ہوگا؟ اس کیلئے حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے الفاظ نقل کئے ہیں جن میں سے یہ فقرہ خصوصیت سے قابل غور ہے "ایک نبی میری مانند" اب فرمائیے کہ موسیٰ کیسے نبی تھے؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ "صاحب شریعت" تو اس کے مصداق یسوع مسیح نہیں ہو سکتے جن کی نسبت یہ مسلم ہے۔ کہ وہ کوئی شریعت نہیں لائے۔ ملاحظہ ہو یوحنا ۱/۱۷

"کیونکہ شریعت موسیٰ کی معرفت دیگئی۔ مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح سے پہنچی"۔

دوم پیشگوئی زیر بحث میں ایک نبی کی خبر دیگئی ہے۔ اور عیسائی یسوع مسیح کو نبی نہیں مانتے۔ اکلوتا بیٹا کہتے

سوم اسی باب ۳۔ اعمال میں:- "تمھارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا" سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کے متعلق یہ نبوت نہیں سمجھی گئی۔ وہ تو پہلے آچکا۔ اور اس کے دوبارہ آنے کی خبر دیگئی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ پہلے وہ نبی آجائے۔

(ب) یوحنا باب ۱۔ آیت ۱۹۔ ۲۳۔ سے ظاہر ہے کہ یہود میں تین موعودوں کا انتظار تھا

یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں تو کون ہے؟۔ اور اس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنھوں نے اس سے پوچھا تو اور کون؟ کیا تو الیاس ہے۔ (۲۱) پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں"

مسیح کا۔ الیاس کا۔ وہ نبی کا اور سوہ نبی بھی ایسی بزرگ شخصیت ہے کہ اس کا کام بپتسمہ دینا ہے نہ کہ گمراہ کرنا۔ جیسا کہ بعض متعصب پادریوں نے لکھ دیا ہے۔ چنانچہ آیت ۲۵ میں ہے۔" اور اُنھوں نے اس سے سوال کیا۔ اور کہا اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس۔ اور نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے" معلوم ہوا کہ بپتسمہ دینا انہی تینوں کا کام تھا۔ اور ان کے مقاصد بھی واحد تھے۔ جس غرض کے لئے مسیح کی بعثت ہوئی اسی غرض کے لئے وہ نبی کی پس مسیح الگ ہے اور وہ نبی الگ۔

(ج) کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نبی اسحاق کی اولاد میں سے ہونا چاہئے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے! اور اس کے لئے

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا"

پیش کیا جاتا ہے۔ عہد عتیق تحریف و الحاق سے جیسا کچھ محفوظ ہے۔ وہ تو بزرگ پادری صاحبان مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ لیکن تاہم اس سے بنی اسحاق کی خصوصیت نہیں معلوم ہوتی۔ اور اس کے لئے بہت سے دلائل ہیں منجملہ ان کے یہ کہ فارسی ترجمہ میں" از میان شما از برادرانت" لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "تمھارے درمیان سے" کا مطلب "تمھارے بھائیوں میں سے" ہے یعنی بنی اسمٰعیل سے دوم اعمال میں اس پیشگوئی کے الفاظ رسول کی زبانی بھی نقل ہوئے ہیں جن کا دوسرے وسائل سے زیادہ اعتبار ہونا چاہئے۔

"تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھائیگا"

سوم "تیرے ہی درمیان میں سے" پر زور دینے کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکہ بنی اسحٰق میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند صاحب شریعت پیدا نہیں ہوا البتہ بنی اسمٰعیل میں سے ایک مدعی نبوت ہوا جو صادق تھا۔

چہارم اعمال باب ۳۔ آیت ۲۵ میں ہے۔" ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے

برکت پائیں گے"۔ اب کیا "آسمعیل" ابراہیم کی اولاد نہیں۔ ضرور ہے۔ پس ضروری تھا کہ اس سے بھی دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں۔ یسوع مسیح نے جب خود فرمادیا کہ

"میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

تو اس مقدس کی طرف کیونکر یہ پیشگوئی منسوب کی جائے جس میں دنیا کے سارے گھرانوں کو برکت دینے والے کا ذکر ہے۔

پنجم اعمال باب ۷ میں بھی اس پیشگوئی کے یہی الفاظ ہیں جو ایک بزرگ کی زبانی روایت ہوئی۔

"یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمھارا خدا ہے۔ تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے مجھ سا ایک نبی ظاہر کریگا۔ اس کی سنو!"

ان شہادتوں سے ثابت ہے۔ کہ یہ پیشگوئی مسیح کے لئے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔ جو اسحاق کے بھائی اسمعیل کی اولاد میں سے ہونے والے تھے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آنحضرت کی بعثت کے بعد مسیح پھر آنے والا ہے۔ یہ آمد کس طرح پر ہوگی اس کے لئے ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ پہلے کسی کی دوبارہ آمد کا وعدہ خدا کی طرف سے دیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر دیا گیا ہے تو وہ کس طرح پورا ہوا؟ پس مثال مل جانے سے اس مسئلہ کا حل آسان ہو جائیگا۔

ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ میں ہے۔

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاہ نبی کو تمھارے پاس بھیجونگا"

اس پیشگوئی کے ظہور کا یہود کو یہاں تک انتظار تھا کہ جب مسیح مبعوث ہوئے تو یہود نے یہی اعتراض کیا۔ کہ آپ سے پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ جو پہلی بعثت میں آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ ملاحظہ ہو متی باب ۱۷ آیت ۱۰

"اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا۔ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا۔ اور سب چیزوں کا بندوبست کریگا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا۔ لیکن انھوں نے اس کو نہیں پہچانا جو چاہا اس کے ساتھ کیا"

سوال و جواب سے ظاہر ہے۔ کہ یہود میں الیاس کی آمد ثانی کی پیشگوئی ذائع و شائع تھی۔ مسیح نے بھی اس کی تصدیق کی۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ یہود کا خیال غلط ہے۔ بلکہ فرمایا۔ کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا۔ اور پھر

ان کو سمجھایا کہ الیاس تو آچکا۔ کیونکر آیا؟ اس کے یہ "انھوں نے اس کو نہیں پہچانا" سے بتایا کہ پیشگوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس میں یہودیوں کے فقیہ سمجھے بیٹھے تھے بلکہ آمد ثانی سے یہ مراد تھی کہ ایک اور پاکیزہ ہستی اس کی روح و قوت میں آئیگی۔ چنانچہ الیاس کی آمد ثانی یوحنا میں ہوئی

"اے ذکریاہ مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی۔ اور تیری جورو الیسبات تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اس کا نام یوحنا رکھنا۔ × × × وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا۔ اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ پیئے گا۔ اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائیگا۔ اور بنی اسرائیل میں سے بہتوں کو ان کے خداوند خدا کی طرف پھیریگا۔ اور وہ اس کے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلے گا۔ کہ باپ دادوں کے دلوں کو لڑکوں کی طرف اور نافرمانبرداروں کو راستبازوں کی دانائی کی طرف پھیر کے خداوند کے لئے ایک مستعد قوم تیار کرے۔"

یوحنا کے لئے جو الفاظ اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ ان کو ملاکی باب ۴ آیت ۵-۶ سے ملا کر پڑھئے۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نبوت یوحنا میں پوری ہونیوالی تھی۔ اور مسیح فیصلہ دیتا ہے کہ

"سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ جس کسی کے کان سننے کے ہوں سُنے۔" (متی باب ۱۱ آیت ۱۳ و ۱۴)

پس عیسائیوں کے سامنے اگر ہم یہ بات پیش کرتے ہیں کہ مسیح کی دوبارہ آمد والی پیشگوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح الیاس کی دوبارہ آمد یوحنا کے ذریعہ تو وہ اپنے مطلع کے دیئے ہوئے فیصلہ سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔

(ب) "آسمان اسے لئے رہے" یہ نہیں بتاتا۔ کہ مسیح آسمان پر ہے اور وہاں سے بجسدہ آئیگا کیونکہ آسمان سے آنیکا محاورہ بائیبل میں موجود ہے۔

"اور کوئی آسمان پر نہیں گیا۔ سوا اس شخص کے جو آسمان پر سے اترا۔"

یہ تو سب کو مسلم ہے۔ کہ مسیح ناصری۔ بی بی مریم کے بطن سے زمین پر ہی پیدا ہوئے۔ پس آسمان پر اترنے کے جو معنی پہلی بعثت میں ہیں وہی دوسری میں لئے جائیں گے۔

اس تشریح کے بعد میں اعمال باب ۳ تمام عیسائی صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاوے سب جو سعادتمند روحیں ہیں عہد کے رسول "وہ نبی" یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور مسیح ابن مریم کی روح و قوت میں آنیوالے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام پر ایمان لا کر وہ برکات پائیں جن کا نزول ان مقدسوں کے ذریعہ بنی نوع انسان

نبی سے (اجتہادی) غلطی ہو جاتی ہے

مگر خدا تعالیٰ اس پر قائم نہیں رہنے دیتا

منکرین مسیح موعود اپنی رعونت اور حماقت اور کم علمی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ میں توفّی کے معنی پورا دینے کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ واپس تشریف لانیکو تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن خود ہی اس کے بعد توفی کے لفظ سے ہی وفات مسیح کو ثابت کرتے ہیں۔ تو ان دونوں عبارتوں کے درمیان تعارض اور تضاد ہے جو ملہم من اللہ اور نبی کی شان کے شایاں نہیں ہے۔

اول تو تیرہویں صدی کے علماء جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "علماءھم شر من تحت ادیم السماء" فرما چکے ہیں نہیں سوچتے کہ ان دونوں عبارتوں کے درمیان تعارض نہیں کیونکہ تعارض کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ تعارض کی تعریف اصولیوں نے یہ کی ہے۔

"المعارضۃ تقابل الحجتین علی السواء لا مزیۃ لاحدھما علی الاٰخر فی الذات والصفۃ فی حکمین متضادین وشرطھا اتحاد المحل والوقت مع تضاد الحکم الخ (نور الانوار فی شرح المنار)

"معارضہ دو حجتوں کا ایسا مقابل ہونا کہ ایک کو دوسرے پر ذات اور صفت میں افزونی نہ ہو اور وہ ہوں بھی دو متضاد حکموں میں اور اس کی شرط اتحاد محل اور وقت کا مع تضاد الحکم ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ شراب پہلے اسلام میں جائز تھی۔ پھر حرام ہو گئی۔ تو یہ تعارض نہیں ہو گا۔ کیونکہ دونوں باتوں کا وقت متحد نہیں ہے"

پس اس تعریف کی رو سے حضرت مسیح موعود کی عبارت میں تعارض نہیں ہو گا بوجہ عدم اتحاد وقت کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ آپ نے مسیح کو آسمان پر ماننے کے عقیدہ کو استصحاب (یعنی جو آپ کا پہلے عقیدہ تھا اسی عقیدہ کے مطابق لکھنا) قرار دیا ہے۔ اور اصول فقہ والوں کے نزدیک استصحاب حجت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو نور الانوار صفحہ ۱۹۸ اور استصحاب کے معنی محشی نے یہ لکھے ہیں۔

"الاستصحاب الابقاء ماکان علیہ"

یعنی استصحاب کسی بات کو اس کی گذشتہ حالت پر رکھدینے کو کہتے ہیں۔ اور نیز حضرت مرزا صاحب کی دونوں عبارتیں بیان تبدیل کا حکم رکھتی ہیں۔ جیسا کہ بیان تبدیل کی مثال اصول والوں نے یہ دی ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کرتے رہے۔ پھر قولِ وجہک شطر المسجد الحرام کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کیا۔ پس اسی طرح پہلے حضرت مسیح موعود نے کسی الہام اور حجت کی بناء پر مسیح کو زندہ نہیں مانا۔ اور بعد میں جو وفات مسیح کو مانا ہے۔ تو الہام کی بنا پر۔ پس پہلی بات کا ناسخ الہام ہے۔ پھر مخالفین اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ایسے بیہودہ اعتراضوں کے ساتھ وہ خود مسیح موعود کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسی باتیں پہلے انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہیں۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ انبیاء کو غلطی پر قائم نہیں رکھتا۔ بلکہ غلطی پر اطلاع دیدیتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھا ہے کہ یہ جو میں براہین احمدیہ میں توفی کے معنی پورا کر دینا" اور مسیح کو آسمان پر زندہ ہونا لکھ چکا ہوں۔ یہ میری غلطی تھی۔ جسپر مجھے خدا تعالیٰ نے قائم نہ رہنے دیا۔ اور غلطی پر اطلاع دیدی ملاحظہ ہو ایام الصلح صہ۱۴۶ آپ فرماتے ہیں۔

"اس جگہ یاد رہے۔ کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے۔ الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے۔ میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے۔ مگر یہ بھی میری غلطی تھی اور یہ غلطی ایسی ہی تھی جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے قیدیوں میں ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے "قال ابن عباس فلما اسروا الاساری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر و عمر ما ترون فی ھولاء الاساری فقال ابو بکر یا نبی اللہ

هم بنو العم والعشيرة ارى ان تاخذ منهم فدية فتكون لنا قوة على الكفار فعسى
الله ان يهديهم للاسلام فقال رسول الله ما ترى يا ابن الخطاب
قلت لا والله يا رسول الله ما ارى الذى راى ابو بكر ولكنى ارى ان
تمكنا فنضرب اعناقهم فتمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه وتمكنى
من فلان نسيبا لعمر فاضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الكفر وصناديدها
فهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابو بكر ولم يهو ما
قلت فلما كان من الغد جئت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم
وابو بكر قاعدين يبكيان قلت يا رسول الله من اى شئ تبكى انت
وصاحبك فان وجدت بكاء بكيت وان لم اجد بكاء تباكيت لبكائكما
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكى للذى عرض على اصحابك
من اخذهم الفداء ولقد عرض على عذابهم ادنى من هذه الشجرة
شجرة قريبة من رسول الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله
عزوجل ما كان لنبى ان يكون له اسرى حتى يثخن فى الارض تريدون
عرض الدنيا والله يريد الآخرة والله عزيز حكيم لولا كتاب من الله
سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم۔

ترجمہ۔ جب بدر سے قیدی قید کر کے لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو فرمایا۔ کہ تمھاری ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ وہ ہمارے۔ چچازاد بھائی اور ایک ہی قبیلہ کے ہیں۔ میرے خیال میں فدیہ لینا چاہیے۔ تاکہ ہمیں روپے کے ساتھ کافروں پر قوت ملجائے۔ شاید کہ خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کو ہدایت دے۔ پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے رائے دریافت کی تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ میری رائے تو حضرت ابو بکرؓ کی رائے کے خلاف ہے۔ میری رائے میں ان کی گردنیں اڑا دیں عقیل کو حضرت علی کے سپرد کریں۔ اور میرا فلاں رشتہ دار میرے سپرد کریں ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ کیونکہ وہ کافروں کے ائمہ اور سردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوبکرؓ کی رائے کو تسلیم کیا اور میری (حضرت عمرؓ) رائے کو اختیار نہ کیا۔ آئندہ صبح کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ کو بیٹھے روتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ اور آپ کا ساتھی رو رہا ہے۔ تاکہ اگر کوئی رُلانے والی چیز ہے۔ تو میں بھی روؤں ورنہ آپ کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی بناؤں۔ تو رسول اللہ نے فرمایا تیرے ساتھی جنہوں نے فدیہ لیا میرے پیش کئے گئے۔ اور پھر ان کا عذاب اس درخت سے جو قریب ہے پیش کیا گیا۔ (رسول کریم کے قریب ایک درخت تھا۔) اور یہ آیات اُتریں۔ کہ کسی نبی کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ اس کے لئے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ اچھی طرح زمین میں خون نہ بہائے تم تو دنیاوی اسباب چاہتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے سے یہ نوشتہ نہ ہوتا تو جو کام تم نے کیا ہے اس سے تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ پس تم حلال طیب غنائم کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اور ایک روایت میں ہے قال لو نزل العذاب ما نجی احد منا الا عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب اُترتا تو حضرت عمر کے سوا کوئی نہ بچتا۔ یہ تمام واقعہ شارح منار نے نور الانوار میں لکھا ہے

"فظهر ان الحق هو رائی عمر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخطاء حین عمل برائی ابی بکر لکنہ لم یقرر علی الخطاء بل تنبہ علیہ بانزال الآیات"

پس ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی رائے حق تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کرنے میں غلطی کی لیکن آپ کو غلطی پر قائم نہ رہنے دیا گیا۔ بلکہ آیات نازل کر کے تنبیہ کر دی۔ اسی وجہ سے آپ کے لئے کہا گیا ہے کہ الا انہ معصوم عن القرار علی الخطاء بخلاف ما یکون من غیرہ من البیان بالرائی من مجتهدی الامۃ"

کہ آپ معصوم ہیں خطا پر قائم رہنے سے بخلاف دوسرے مجتہدین امت کے پس اسی طرح حضرت صاحب نے غلطی سے پہلے مسیح کو زندہ لکھا۔ لیکن خدا نے غلطی پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صحیح بات بتلا دی۔

پھر اسی طرح دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

"لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول جاء ابنہ عبد اللہ الی

الی رسول اللہ فسئالہ ان یعطیہ قمیصہ یکفن فیہ اباہ فاعطاہ ثم سئالہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علیہ فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اتصلی علیہ وقد نہاک اللہ ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ انما خیرنی اللہ فقال استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ وسازیدہ علی سبعین قال انہ منافق فصلی علیہ رسول اللہ فانزل اللہ عز وجل ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ (رواہ مسلم والبخاری)

ترجمہ - جب عبد اللہ ابن ابی ابن سلول وفات پا گیا۔ تو اس کا بیٹا عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے باپ کے کفن کے لئے قمیص لینے آیا۔ تو آپ نے قمیص دیدی۔ پھر عبد اللہ نے جنازے کیلئے درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کے کپڑے کو پکڑا۔ اور کہا کہ اے رسول اللہ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے۔ حالانکہ آپکو خدا نے منع کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگرچہ تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے تو بھی خدا تعالیٰ ان کو نہیں بخشیگا۔ اور میں ستر دفعہ سے زیادہ بخشش مانگونگا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ وہ تو منافق ہے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تو منافقوں سے جو مرجائے ان پر ہرگز نماز نہ پڑھ اور نہ ہی ان کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہو۔

الغرض اس آیت کے معنی آپ نے کچھ اور سمجھے تو خدا تعالیٰ نے اُس غلطی پر قائم نہ رہنے دیا۔ بلکہ دوسری آیت کے ساتھ سمجھا دیا کہ اُنپر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اسیطرح حضرت مسیح موعود نے توفی کے معنی پورا دینے کے لکھدیئے تو خدا تعالیٰ نے آپکو اس غلطی پر قائم نہ رہنے دیا اور توفی کے معنے سمجھا دیئے۔ یہی آپکی صداقت کا ثبوت ہے۔ نیز اس بات کا کہ آپ واقعی نبی اللہ ہیں۔ مکفرین مسیح موعود کو تدبر سے کام لینا چاہئے۔ اور امام زماں کا انکار کرکے جاہلیت کی موت نہ مرنا چاہیئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ جلال الدین (مولوی فاضل)

بطلان مطاعن البرہان

نمبر (۲)

قولہٗ - حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں - کہ خدا نے وحی کی کہ ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بنا ہم نے اس مقام کو قادیان کے قریب اُتارا ہے - الی آخرہٖ (رسالہ البرہان ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ)

اقول - مرویات شیعہ سے ثابت ہے - کہ مہدی موعود علاوہ دیگر انبیاء کرام کے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہ السلام کا بھی مثیل ہے - چنانچہ مہدی موعود کی زبانی مروی ہے کہ وہ فرمائیں گے

"ہر کہ خواہد کہ نظر کند بآدمؑ و شیثؑ و نوحؑ و سامؑ و ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و موسیٰؑ و یوشعؑ و عیسیٰؑ و شمعونؑ پس نظر کند بمن کہ علم و کمال ہمہ با من ہست" الخ (رسالہ رجعت مجلسی صہ ۳۱)

حضرت مرزا صاحب کو ایک الہام میں ابراہیم فرمایا گیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب مدعی مہدویت ہیں - اور اُن کا مسکن وہی قریہ مبارکہ قادیان ہے - جس کو کتب فریقین میں کرعہ کر کے لکھا ہے - دیکھو کتاب نجم ثاقب صہ ۲۹۴ اور کتاب حجج الکرامہ صہ علاوہ ازیں ایک اور کتاب شیعہ میں بھی اس کی شہادت مرقوم ہے - دیکھو تذکرۃ الائمہ صہ ۲۰۰

یہاں پر یاد رہے کہ کتب اہلسنت میں مروی ہے کہ کرعہ نام بستی ملک یمن میں ہے - لیکن آجتک اس کی شہادت جغرافیہ سے ثابت نہیں ہوئی - اور شیعوں کی طرف سے تو اس کا موقعہ و محل آج تک میری نظر سے نہیں گذرا - پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قادی یا قادیان ہی دراصل کرعہ تھا۔

پس اس کو مقام ابراہیم سے جو نسبت دیگئی ہے - وہ بے محل نہیں ہے - لیکن اس سے جو نتیجہ فاضل ایڈیٹر البرہان نے نکالا ہے البتہ وہی ان کا خود ساختہ اور سراسر تعصب بیجا پر مبنی ہے - اگر قادیان کو واقعی مقام ابراہیم اور کعبہ مقرر کیا جاتا - تو اس کے ساتھ کوئی ایسا حکم بھی ہوتا کہ اب حج کے لئے بیت اللہ جانے کی ضرورت اور بقول معترض کے مرزائیوں کا قبلہ کعبہ کے بجائے قادیان ہوجاتا - تو کوئی احمدی نماز پڑھتے ہوئے روبقبلہ نہ ہوتا - بلکہ قادیان کی طرف منہ کیا کرتے - اور یا سالانہ جلسے خاص ایام حج میں مقرر ہوتے تو بھی کچھ ایسا واہمہ دل میں خطور کر سکتا تھا - اور جو طول طویل تقریر بیت اللہ

شریف کی فضیلت پر ایڈیٹر صاحب نے لکھی ہے۔ اور اپنے زعم باطل میں ہم کو ملامت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ برمحل ہوتی۔ لیکن یہاں تو ایسا سان گمان بھی نہیں ہے۔

قولہٗ مرزا صاحب نے خانہ کعبہ کا شرف اور مقام ابراہیم کی فضیلت اور اس کی حرمت سب قادیان کو عطا کردی۔" الخ البرہان ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

اقول حضرت مرزا صاحب مرحوم کے الہام کا اگر ایسا ہی مطلب ہوتا جو آپ نے نکالا ہے۔ تو ضرور اس کے ساتھ اُن کا کوئی ارشاد بھی ہوتا۔ یا احمدیوں کا عملدرآمد بھی ایسا ہوتا یا قادیان میں کوئی حجر اسود ہوتا یا کسی خاص جگہ کا طواف مقرر ہوتا جب یہ نہیں ہے تو جو تشریح و نتیجہ آپ نے اخذ کیا ہے وہ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔

لیکن اگر آپ واقعی شیعہ اور شیعہ مرویات و عقائد پر آپ کا دل سے اعتقاد ہے۔ تو آپ کو اس قسم کے اعتراضات کرنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کے اعتراضات کے مستحق احمدیت سے بیشتر صدیوں سے شیعہ صاحبان ہیں۔ دیکھو روایات ذیل کو

(۱) **کربلا کی افضلیت کعبہ پر۔** بروایت امام جعفر صادق فرمودند کہ اے مفضل (نام راوی) بدرستیکہ بقعہائے زمین بایکدیگر تفاخر کردند پس کعبہ معظمہ بر کربلائے معلیٰ فخر کرد حق تعالیٰ وحی نمود بہ کعبہ ساکت شو فخر مکن بر کربلا بدرستیکہ آں بقعہ مبارکیست کہ ورا انجا ندا ئے انی انا اللہ از شجرہ مبارکہ بہ موسیٰ رسید و آں ہماں مکان بلندیست کہ مریم و عیسیٰ را در انجا جائے دادم و در موضع کہ سر مبارک حضرت امام حسین صلوات اللہ علیہ را بعد از شہادت شستند وہماں موضع حضرت مریم عیسیٰ روح اللہ را در وقت ولادت غسل داد و خود در انجا غسل کرد و آں بہترین بقعہ ایست کہ حضرت رسول از انجا عروج نمود خیر و برکت۔ و رحمت بے پایاں برائے شیعیان ما در آں جا مہیا دست تا ظاہر شدن حضرت قائم۔ دیکھو رسالہ رجعت باقر مجلسی مطبوعہ لکھنو ص ۳۱

یعنی زمین کے مقاموں نے ایک دوسرے پر بڑائی کرنی شروع کی پس کعبہ نے کربلا پر فخر کیا۔ خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے کعبہ چپ رہو اور کربلا پر بڑائی نہ کر کیونکہ یہ وہ مبارک مقام ہے کہ وہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو شجرہ مبارکہ سے انی انا اللہ (میں ہی خدا ہوں) کی آواز آئی تھی۔ اور وہی مقام بلند ہے کہ مریم و عیسیٰ کو وہاں پناہ دی (دآوینہما الی ربوۃ ذات قرار معین) اور جس

جبکہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو شہادت کے پیچھے دھویا اسی جگہ حضرت مریم نے عیسیٰ روح اللہ کو پیدا ہونے کے وقت غسل دیا اور وہ بہترین مقام ہے کہ حضرت رسول صلعم کو وہیں سے معراج ہوا اور بیشمار خیر و برکت اور رحمت ہمارے شیعوں کے واسطے اس جگہ مہیا ہے۔ جب تک کہ امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں۔ اب فرمائیے کہ کربلا معلی کے مقابلہ میں بیت اللہ شریف کی کیا عظمت و حرمت رہ گئی؟ کربلائے معلی کے مقابلہ میں کعبہ کے علاوہ کوہ طور اور بیت المقدس کی عظمت بھی خاک میں ملا دی کیونکہ جملہ اہل اسلام و یہود و نصاریٰ کی روایات متفق ہیں کہ ندائے انا اللہ کی نداجس شجرہ مبارکہ سے نکلی تھی وہ کوہ طور پر تھا اور اسی طرح مریم و عیسیٰ علیہما السلام کی پناہ گاہ بھی کربلا کو بنا دیا۔ حالانکہ مفسرین نے اس سے مراد نہایت سرسبز مقامات لی ہے۔ مثلاً ایلیائے بیت المقدس دمشق رملہ۔ مصر۔ دیکھو تفسیر کبیر و ابو السعود۔ اور اسی طرح معراج رسول صلعم کا مقام بھی کربلا کو قرار دیا۔ حالانکہ متفق علیہ ہے کہ معراج نبوی بیت المقدس سے ہوا تھا۔

(۲) ائمہ یا قبور ائمہ کی زیارت جب تک کی نہ جائے حج تمام ہی نہیں ہوتا۔ عن الصادق اذا حج احدکم فلیختم حجہ بزیارتنا لان ذالک من تمام الحج۔ اقول و فی هذا الزمان زیارۃ قبورهم تنوب زیارتهم ولقائهم کما یستفاد من اخبار آخر ولا منافاۃ بین هذہ الاخبار لان ذالک کلھم من تمام الحج (تفسیر صافی زیر آیت و اتموا الحج والعمرۃ)۔

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کبھی کوئی تم میں سے حج کرے تو ختم کرے حج کو ہماری زیارت (ملاقات) سے کیونکہ یہ امر کامل کرنے والا ہے۔ فریضہ حج کو۔ میں (مفسر صافی) کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اماموں کی قبروں پر جانا ان کی زیارت و ملاقات کا قائم مقام ہے۔ اور ان دونوں قسم کی روایات میں کچھ منافات نہیں۔ کیونکہ تکمیل حج کے لئے یہ سب امور ضروری ہی ہیں۔

نوٹ معلوم ہوا کہ اب شیعوں کے اماموں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ جبھی تو ان کی قبور کی زیارت پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۳) ائمہ کی قبور پر جانے کا ثواب سینکڑوں ہزاروں لاکھوں حج بیت اللہ کے برابر ہے۔ عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔ قال من زار قبر ابی عبد اللہ علیہ السلام

بسط الفرات کان کمن زار الله فوق عرشه (جامع الاخبار فصل ۱۲ زیارۃ الحسین)

یعنی کربلا میں روضہ امام حسین علیہ السلام کی جس نے زیارت کی۔ وہ ایسا ہے جیسے کہ اس نے عرش معلیٰ پر خدا کی زیارت کی۔

قال ابو عبد الله علیه السلام من اتی قبر الحسین عارفاً بحقه کان کمن حج مائته حجته مع رسول الله صلی الله علیه و آله۔ جامع الاخبار فصل ایضاً

امام رضا جو آٹھویں امام ہیں اور جن کا مزار مبارک مشہد مقدس میں ہے۔ ان کی زیارت کا ثواب تو ہزار حج بلکہ دس لاکھ حج کے برابر لکھا ہے۔

اصل روایت ملاحظہ ہو۔

محمد بن الحسن الصفّار ××× عن احمد بن محمد بن ابی نصیر البزنطی قال قرأت کتاب ابی الحسن الرضا علیه السلام ابلغ شیعتی ان زیارتی تعدل عند الله عزوجل الف حجته قال قلت لابی جعفر علیه السلام الف حجته قال ای والله والف الف حجته فلمن زاره عارفاً بحقه۔ جامع الاخبار فصل ۱۲

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کا خط مبارک دیکھا جس میں لکھا تھا کہ میرے شیعوں کو پہنچا دو کہ میری زیارت خدا کے نزدیک ہزار حج کے برابر ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے امام ابی جعفر سے عرض کیا کہ کیا ہزار حج کے برابر؟ فرمایا ہاں قسم خدا کی بلکہ ہزار ہزار حج کے برابر جس نے ان کے حق کو پہچان کر زیارت کی

اسی قسم کی کئی روایات ہیں جن سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ کربلائے معلیٰ اور مشہد مقدس کے مزارات کو بیت اللہ شریف پر نہایت واضح طور پر فضیلت دی گئی ہے جس سے اسلامی دنیا بالکل بے خبر ہے۔ اور روایات کو مدنظر رکھ کر ایڈیٹر صاحب ایمان سے فرمائیں کہ ان تمام اعتراضات کی مصداق جو انھوں نے بھولے بھالے اور ناواقف مسلمانوں کو ہمارے برخلاف بھڑکانے کے لئے لکھ مارے ہیں۔ واقعی طور پر خود شیعیت ہے یا احمدیت؟

وہ اور یہ بدیہی دلیل ہے اس امر کی کہ تشیع کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے خلاف ہے۔" عطائے شما بہ لقائے شما۔

قولہ قرآن کی نسبت مرزا صاحب کا اعتقاد"

"قرآن زمین پر سے اُٹھ گیا تھا میں قرآن کو زمین پر سے لایا ہوں" (ازالۃ الاوہام) یہ صریح جدید اسلام سے انکار ہے۔ کیونکہ بلا شک و شبہ معدن اسلام قرآن ہی ہے۔ اور یہی رسول نبوت اور دلیل نبوت ہے۔ اور جب بقول مرزا صاحب کے قرآن زمین سے اُٹھ گیا تو اسلام بھی اُٹھ گیا۔ اور گویا مرزا صاحب کا دین ایک نیا دین ہے۔ جو دین اسلام کے اُٹھ جانے کے بعد وہ آسمان سے لائے ہیں"۔ الخ البرہان جمادی الاول سنہ ۱۳۳۷ھ صفحہ ۱۴۔

اقول ۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاضل معترض نے اصل کتاب ازالہ اوہام کو مقام محولہ سے دیکھا نہیں ہے ورنہ وہ کبھی اس قسم کی بے جا نکتہ چینی نہ کرتے۔

جناب مرزا صاحب کا یہ ارشاد بحیثیت مسیح موعود و مہدی موعود ہونے کے ہے۔ اور دنیائے اسلام کی عام حالت اس صداقت کی شاہد ہے کہ نہ صرف آج ہی بلکہ ایک مدت مدید سے مسلمانوں نے قرآن پہ عمل کرنا چھوڑ دیا ہوا ہے۔ اور اسی معنی میں قرآن آسمان پر اُٹھ گیا تھا۔ اور پھر حضرت مرزا صاحب ہی اس کو آسمان سے دوبارہ لے آتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ مجموعہ اوراق جسمانی طور پر آسمان پہ اُٹھ گیا تھا۔ اور پھر اس کو مرزا صاحب زمین پر لے آئے اور دوبارہ "قادیان کے مشین پریس میں اپنے اہتمام سے جابجا تصرف و تغیرات کے بعد دنیا میں شائع کر دیا ہے"۔ حاشا و کلا۔ تیرہ سو برس پہلے ابو بکرؓ و عمرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن مسلمانوں میں جو مروج چلا آتا تھا۔ خدا کے فضل سے بلا کم و کاست جوں کا توں وہی قرآن حضرت مرزا صاحب اور تمام احمدیوں کے پاس ہے۔ ایک زیر و زبر کا بھی فرق نہیں ڈالا گیا۔ ہاں اگر کمی واقعہ ہو گئی تھی تو صرف عمل بالقرآن کی جس کو شیعہ و سنی بھی مانتے اور جانتے ہیں۔ اسی کمی کو پورا کرنے کی خاطر حضرت مرزا صاحب کو خدا نے عین غربت اسلام کے وقت مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے خداداد توفیق و مساعدت الٰہیہ کے ساتھ حمایت دین کا بیڑا اُٹھایا۔ اور مایوسوں کی ڈھارس بندھائی۔ اور مخالفین اسلام پر دلائل بیّنہ کے ساتھ اتمام حجت فرمائی۔

ایسے اعتقاد صداقت بنیاد کو سوائے ایڈیٹر صاحب البرہان کے شاید ہی کوئی منصف مزاج مسلمان "خلاف اسلام" اور "نیا دین" قرار دیگا۔ جدید دین کے خطاب کے مستحق تو

خیر سے خود شیعیان اثنا عشریہ ہیں۔ جن کے امام مہدی کی نسبت نہایت معتبر روایات میں وارد ہے
"و در غیبت نعمان مروی است کہ فرمود خروج مے کند قائم علیہ السلام بامرے جدید
وقضائے جدید وکتابے جدید"
ونیز روایت کردہ از جناب صادق علیہ السلام کہ فرمود واللہ گویا نظر مے کنم بسوئے
آنحضرت یعنی قائم (مہدی) بین رکن ومقام کہ بیعت مے گیرد از مردم بر کتابے
جدید۔ دیکھو نجم ثاقب صہ ۵۵
کیا خوب۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ آمدیم بر سر مطلب۔ اب رہا یہ امر کہ رفع قرآن کا ذکر کہیں قرآن و حدیث یا محققین اسلام کے ملفوظات سے بھی ثابت ہے یا نہ؟ اس کے متعلق گذارش ہے۔ کہ بیشک رفع قرآن کا ذکر احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور وہ بھی علامات قرب قیامت میں ہے۔
چنانچہ ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل:۔
(۱) "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آنحضرت صلعم نے دریائے سیحوں و جیحوں و دجلہ و فرات و نیل کا ذکر کر کے فرمایا کہ خدا نے ان کو لوگوں کے فائدہ کے لئے زمین میں جاری فرمایا ہے۔ اور جب یاجوج و ماجوج خروج کریں گے"
ارسل اللہ عزوجل جبرئیل فیرفع من الارض القرآن والعلم کلہ
×× × فذلک قولہ تعالیٰ وانا علی ذھاب بہ لقادرون۔ روی ھذا الحدیث البغوی فی تفسیرہ۔ دیکھو تفسیر خازن مع تفسیر بیضاوی و جلالین و مدارک مطبوعہ مصر صہ ۳۳۸ زیر آیہ وانا علی ذھاب بہ لقادرون
یہ ثبوت ہے رفع قرآن کا زمین سے بلکہ جنت والی پانچ انہار کا بھی خروج یاجوج ماجوج کے وقت میں
(۲) آپ نے خود اپنی کتاب میں رفع قرآن کا ذکر کیا ہے۔ بحوالہ کتاب الیواقیت والجواہر امام شعرانی "کہ اشراط قیامت مثل خروج مہدی خروج دجال۔ خروج دابۃ الارض۔ طلوع آفتاب از مغرب رفع قرآن فتح سد یاجوج ماجوج ضرور بالضرور واقع ہونے والے ہیں۔ دیکھو صراط السوی فی احوال المہدی صہ ۲۰"

گیدڑ ... میر صاحب۔ ٹھیک ہے نہ! جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

(۳) تحقیق نووی شرح مسلم میں خضر علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں مفسر ثعلبی کا مذہب لکھتے ہیں وقال الثعلبی المفسر الخضر نبی معمر علی جمیع الاقوال محجوب عن الابصار یعنی عن ابصار اکثر الناس قال وقیل انہ لایموت الا فی آخر الزمان حین یرفع القرآن ۔ دیکھو نووی جلد ۲۔ صفحہ ۲۶۹ باب من فضائل الخضر یعنی انہوں نے کہا ہے۔ کہ خضر بڑی عمر والے نبی ہیں۔ نظروں سے پوشیدہ ہیں یعنی اکثر لوگوں کی نظروں سے اور انہوں نے کہا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مریں گے۔ مگر آخر زمانہ میں کہ جبکہ قرآن اٹھ جائیگا۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ قرآن کسی زمانہ میں زمین سے ضرور اٹھ جانا تھا۔ اور وہ زمانہ بھی وہ ہے جبکہ یاجوج و ماجوج کا خروج ہونا تھا۔ یا خضر علیہ السلام کی موت کا اعلان ہونا تھا اسی طرح ایمان کا اٹھ جانا اور واپس لانا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک چھوڑ دو موقعوں پر سلمان فارسی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کو بھی اٹھ گیا۔ تو ان ابناء فارس میں سے ایک یا کئی اشخاص اس کو دوبارہ زمین پر لے آئیں گے۔

اول دیکھو بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ الجمعہ تفسیر آیہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم

دوم۔ تفسیر صافی بحوالہ مجمع البیان زیر آیہ یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم

سوم۔ تفسیر صافی زیر آیۃ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم

دراصل اس کا مفہوم تو وہی ہے جو دوسری کئی احادیث متفقہ فریقین میں مذکور ہے بتلایا کہ ایک زمانہ آئیگا۔ جب کہ اسلام کا نام ہی نام رہجائیگا۔ اور قرآن بطور رسم کے۔

سیاتی علی الناس زمان لایبقی من القرآن الا رسمہ و من الاسلام الا اسمہ یسمون بہ و ھم ابعد الناس منہ مساجدھم عامرۃ و ھی خراب من الھدی فقہاء ذلک الزمان شر فقہاء تحت ظل السماء منھم خرجت الفتنۃ و الیھم تعود۔ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۴۲ مشکوۃ کتاب العلم صفحہ ۱ سطر ... ایک حدیث جامع الاخبار صفحہ ... میں سند ہے جس میں ذرا زیادہ وضاحت ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ یاتی علی الناس زمان بطونھم الھتھم ونساءھم قبلتھم ودنانیرھم دینھم وشرفھم متاعھم لایبقی من الایمان الا اسمہ ومن الاسلام الا رسمہ ومن القرآن الا درسہ مساجدھم معمورۃ وقلوبھم خراب عن الھدی علماءھم اشر خلق اللّٰہ علی وجہ الارض

ترجمہ - فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک وقت لوگوں پر ایسا آئیگا۔ کہ اُن کے خدا اُن کے شکم ہوں گے ۔ اور ان کی عورتیں ان کے قبلہ وکعبہ اور دین ان کا اشرفیاں۔ اور بڑائی ان کی کثرت ساز وسامان۔ ایمان میں سے کچھ باقی نہ رہیگا۔ مگر نام اس کا اور اسلام صرف رسمی طور پر اور قرآن کا صرف درس ہی۔ مسجدیں ان کی خوب آباد ہوں گی۔ لیکن از روئے ہدایت کے برباد۔ اُن کے علماء بدترین خلق اللہ ہوں گے روئے زمین پر

اسی قسم کی ایک اور حدیث بھی کتب فریقین میں پائی جاتی ہے۔ کہ بدءالاسلام غریبًا وسیعود غریبًا فطوبی للغربا۔ دیکھو کتاب اکمال الدین محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران ص ۱۱۶ فاضل ایڈیٹر صاحب کو صرف قرآن کے اُٹھ جانے پر تعجب ہوا تھا۔ حالانکہ قرآن کا اُٹھ جانا منجملہ دیگر علامات قرب قیامت و ظہور حضرت امام مہدی موعود ہے۔ اور نہ صرف قرآن کا اُٹھ جانا (بلکہ دریائے جیحون وسیحون ودجلہ وفرات ونیل اور ایمان کا اُٹھ جانا) اور واپس آنا اور اسلام اور ایمان اور قرآن کا صرف نام ہی نام۔ یا بطور رسم کے زمین پر رہ جانا۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے دعوے مہدویت سے سوا تیرہ سو سال پہلے سے احادیث صحیحہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ اگر رفع قرآن کا اعتقاد منجر بہ کفر وخروج عن الاسلام ہے۔ تو وہ خود ہی از راہ انصاف فرمائیں کہ اس کفر وتکفیر کا سلسلہ کہاں جاکر منتہی ہوتا ہے ؟

اور اگر رفع قرآن ناممکن ہے تو یہ سب علامات جو بطور نمونہ احادیث مندرجہ بالا میں مذکور ہوئیں بھی ناممکن قرار پائیں گی۔

خادم حسین

مسیح یسوع کی موت اور اس کے معنی

نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی الہ آباد کی طرف سے ایک ٹریکٹ بنام "خداوند یسوع مسیح کی موت اور نبیوں۔ ملک کے بہادروں اور شہیدوں کی موت میں کیا فرق ہے" شائع ہوا ہے۔ جس میں پہلے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ مسیح صلیب پر مر گیا تھا اور پھر تیسرے دن جی اٹھا تھا۔ اس کے ثبوت میں عہد عتیق کی وہ بعض عبارات جو مسیحی کلیساؤں کے خیال میں بطور پیشگوئی مسیح کی موت کی نسبت تھیں پیش کر کے بتلایا گیا ہے۔ کہ چونکہ مسیح کی موت کی نسبت عہد عتیق میں صد ہا پیشگوئیاں ہیں اس لئے ضروری تھا کہ وہ خود صلیب پر جان دیتا

دوسرا امر یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیح نے محض اپنی مرضی اور رضا و رغبت خوشی خوشی گوارا فرما کر دنیا کے گنہگاروں کا فدیہ دیا ہے ایسی موت کسی نبی کسی شہید کسی ملک کے بہادر کو خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو نصیب نہیں ہوتی۔

اول الذکر دعوے کے ثبوت میں مصنف ٹریکٹ مذکور نے یسعیاہ باب ۵۳ آیت اول سے لیکر آخر تک نقل کیا ہے اور پھر زبور نمبر ۲۲ کو بھی پیش کر کے عہد جدید کی کتب میں سے انجیل متی باب ۲۷ سارا لکھنے کے بعد نتیجہ نکالا ہے۔ کہ بموجب عہد عتیق کی مذکورہ پیشگوئیوں کے مسیح کو صلیب پر ضرور مرنا تھا۔ اور پھر بتلایا ہے کہ مسیح نے قبل از واقعہ تصلیب شاگردوں کو عہد عتیق کی ان پیشگوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں کر کے ان کے معانی اور مطالب بھی سمجھائے تھے اور اپنے اس دوسرے ضمنی دعوے کے ثبوت میں متی ۱۶/۲۱ و مرقس ۸/۳۱ و ۹/۳۱ و ۱۰/۳۴ و لوقا ۹/۲۲ و ۱۸/۳۱ و ۲۴/۲۶ پیش کیا ہے۔ جن میں مسیح کہتا ہے:۔

"اسی وقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو خبر دینے لگا کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دکھ اٹھاؤں۔ اور مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں" اور ان کے سوا ان ایسے مقامات پر جو واقعہ صلیب کو

پہلے کے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ شاگرد یسوع کے اس کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔
اب سب سے پہلے ہم یسعیاہ باب ۵۳ کو لیتے ہیں۔
یسعیاہ باب ۵۲ جو پیش کیا ہے سو اس کی نسبت واضح ہو کہ اول تو اس پیشگوئی میں ایک انسان کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا یا خدا کے بیٹے کا مذکور ہے۔
دویم مسیح نے اس مقام کو اپنی نسبت کبھی نہیں خیال کیا۔ اور اگر کسی جگہ اقرار کیا ہے کہ یسعیاہ باب ۵۳ میرے حق میں ہے۔ تو اس آیت کے کیا معنی ہیں "تو وہ اپنی نسل کو دیکھیگا۔ اور اس کی عمر دراز ہوگی" آیت ۱۰
مسیح کوئی تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اگر صلیب پر فوت ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ تو اس کی عمر دراز کیونکر ہوئی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ آسمان پر بھی اسیوقت سے مسیح زندہ ہے۔ اس کی عمر درازی کی یہ بھی دلیل ہے" تو پھر یوں تو مسیحی کا عیساوں کا مسئلہ عقیدہ ہے کہ یوحنا ۱ "ابتدا میں کلام تھا" وغیرہ مسیح کی نسبت ہے۔ اور مسیح ازازل ہی خدا کے ساتھ تھے۔ لہذا اس صورت میں تو پھر مسیح کی عمر کا نہ ابتدا نہ انتہا۔ اور یہ عقیدہ صرف وہم ہی کہلا سکتا ہے۔
سوئم مسیح بقول شما اگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تو "اپنی نسل کو کس طرح دیکھا اور کیونکر دیکھا۔ اور سیر ہو کر دیکھا" آیت ۱۱۔
چہارم یہ کہ یہ آیت مسیح پر کس طرح چسپاں ہو سکتی ہے۔
"اس لئے میں اسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دونگا۔ اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لیگا" آیت ۱۲ و ۱۳ - یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ آیت سیدنا محمد مصطفےٰ رسول اللہ کے حق میں ہے اور اگر بغور دیکھا جاوے تو سارا باب ۵۳ یسعیاہ کی کتاب کا سیدنا محمد صلعم کے حق میں ہی ہے پہلی آیات میں نبی ﷺ کی غربت و مسکنت کا ذکر اور نیز کفار کے ظلم و ستم کی داستاں مذکور ہے
پنجم یہ کہ خود مسیحی محققین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ عہد عتیق بوجہ نہایت ہی خطرناک و نازک زمانوں میں سے گذرنے کے محرف و مبدل ہوا ہے۔" چنانچہ مشہور عالم

پادری ولیم جی بلیکی ایم ۔ اے ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ ایل ۔ ایل ۔ ڈی لکھتے ہیں:۔

"عزرا جامع کتب عہد عتیق کو بصد مشکل تورات وغیرہ کے نسخہ جات میسر آتے تھے۔ اور نیز دوسری وقت یہ تھی کہ بوجہ گردش ایام اس کتاب یعنی عہد عتیق کی پورے طور پر حفاظت بھی نہ ہوتی تھی۔ لہذا تحریف و تبدیل کا بہت کچھ گمان تھا" جبکہ خود علمائے مسیحیت عہد عتیق کو محرف و مبدل خیال کرتے ہیں۔ تو اس سے سند پکڑنا چہ معنی دارد

ششم یہودی کہتے ہیں کہ یسعیاہ باب ۵۳ مسیح کے حق میں زنہار نہیں۔ بلکہ ذکریاہ کے حق میں ہے"

ہفتم یسعیاہ باب ۵۳ کی آیت ۱۲ بھی قابل غور ہے ۔ اور وہ یہ کہ "اپنی جان ہی کا دکھ اٹھا کے وہ اسے دیکھیگا اور سیر ہوگا" دکھ اٹھانے کے بعد وہ کس کو دیکھ کر سیر ہوگا ۔ آیا نسل کو یا "عمر" کو لیکن بموجب عقیدہ مسیحیت کہ "جی اٹھنے کے بعد وہ آسمان پر چلا گیا" نہ تو اس نے اپنی نسل کو ہی دیکھا اور نہ عمر کو۔ پھر یہ آیت کیا معنی رکھتی ہے ۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ چونکہ مسیح صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے صرف بیہوش ہوگئے تھے ۔ اس لئے تندرست ہونے کے بعد کشمیر میں آکر مسیح نے اپنی نسل کو بھی دیکھا ۔ اور عمر کو بھی ۔ کیونکہ ایک صد بیس سال کی عمر پاکر آپ کشمیر میں فوت ہوئے " جس کا ثبوت ذیل میں دیا جاتا ہے

مسیح کشمیر میں

اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ اہل افغانستان اور اہل کشمیر بنی اسرائیل ہیں۔ جن کی طرف مسیح کو بموجب متی $\frac{15}{24}$ کے ضرور آنا چاہئے تھا۔ سوال مذکورہ کے جواب میں ہم کہتے ہیں ۔ کہ آج سے چند صدیاں پہلے خود یورپین محققین جیسے ڈاکٹر بوئن ۔ مسٹر ٹامس رو ۔ ڈاکٹر برنیر صاحب [۱] فرانسیسی سیاح وغیرہما نے خود اقرار کیا ہے ۔ کہ اہل افغانستان و اہل کشمیر درا صل بنی اسرائیل ہیں اور ان محققین کا یہ خیال صرف خیال ہی نہ تھا ۔ بلکہ اسکی بنیاد دراصل بائبل کی محکم شہادت پر قائم ہے تمام بائبل دان جانتے ہیں کہ مسیح سے پانصد سال تقریباً پہلے بخت نصر بادشاہ بنی اسرائیل کو ان کے وطن سے جلا وطن کرکے متفرق ممالک میں پراگندہ کر چکا تھا ۔ ان میں ،

---

۱ برنیر کے خطوط کا حوالہ ہے ۔ تفصیل خطوط ڈاکٹر برنیر صاحب ص ۱۶۵

ہے۔ بعض تو بنو قد نضر کے خاندان اور دیگر امراُ و وزرا کے حلقہ غلامی میں آکر غلام بن گئے اور باقیماندہ متفرق ممالک میں سکونت پذیر ہوئے۔ دیکھو نمبر ۲ تواریخ ۳۶/۲۰ و نمبر ۲ سلاطین ۲۴/۱۴ و ۱۶ وغیرہ یرمیاہ کے ۲۴/۱ تا ۱۰ و ۲۵/۹ و ۱۲ و ۲۶/۲ و ۷ و ۲۹/۱۰ میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔ خواہ بطور پیشگوئی کے ہی ہو۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ یہودی قبل مسیح کئی صدیاں متفرق ممالک میں پراگندہ ہو گئے ہوئے تھے۔ اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ متفرق ممالک میں افغانستان و کشمیر اور ہندوستان بھی شامل ہے۔

آستر ۱/۱ میں ہے " اخسویرس بادشاہ قصر سوسن میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور یہ وہ اخسویرس ہے۔ جو ہندوستان سے کوش تک سلطنت کرتا تھا۔ ایکصد ستائیس صوبہ اس کے عمل میں تھے"

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اخسویرس بادشاہ کی ایسی بڑی سلطنت میں جو ہندوستان سے لیکر کوش تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہودی ہر جگہ آباد تھے۔ یعنی کوش ایران۔ افغانستان۔ کشمیر۔ ہندوستان وغیرہ میں مسیح سے چند صدیاں پہلے ہی بنی اسرائیل آباد ہو چکے ہوئے تھے۔ جس کا آستر کی کتاب میں مفصل ذکر ہے۔ چنانچہ آستر ۳/۶ میں ہے " لیکن فقط مردکی پر ہاتھ ڈالنا اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوا۔ کیونکہ انھوں نے اس سے مردکی کی قوم کا بیان کیا تھا۔ سو ہامان نے چاہا کہ مردکی کی اُمت یعنی سب یہودی لوگوں کو جو اخسویرس کی تمام سلطنت میں رہتے تھے ہلاک کرے"۔ آستر ۳/۶ یہاں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ کہ یہودی لوگ اخسویرس کی تمام بڑی سلطنت میں جو کوش سے لیکر ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی اور "ایک صد ستائیس صوبہ جات میں منقسم تھے"۔ آستر ۱/۱ آباد تھے۔

پھر دوسرے مقام یعنی اسی باب کی آیت نمبر ۸ میں یوں ہے:-

" تب ہامان نے اخسویرس بادشاہ سے عرض کی کہ حضور کی مملکت کے سلطنت صوبوں میں ایک قوم سب قوموں کے درمیان پراگندہ ہے۔ جو ہر کہیں ہے۔ اور اسکی شریعتیں سب قوموں کی شریعتوں سے متفرق ہیں۔ وہ بادشاہ کی شریعتوں پر عمل نہیں کرتے ہیں"۔

اس مقام سے بھی یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اخسویرس کی سلطنت کے ہر ایک صوبہ میں بلکہ اسکی سلطنت میں ہر کہیں بنی اسرائیل آباد تھے۔

پھر علاوہ ازیں ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے "سو اسی وقت تیسرے مہینے یعنی سیوان مہینے کی تئیسویں تاریخ بادشاہ کے منشی طلب کئے گئے۔ اور مردکی کے سارے کہے کے موافق یہودیوں اور نوابوں اور عاملوں اور صوبوں کے سرداروں کو لکھے گئے جو سب کے سب ہندوستان سے لیکر کوش تک ایک صد ستائیس صوبے تھے ہر ایک صوبے کو وہاں ان کے خط اور ہر قوم کو ان کی لغت میں سب باتیں لکھی گئیں۔ آستر ۹

محولہ بالا مقامات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مسیح سے کئی صدیاں پیشتر اخسویرس بادشاہ کے عہد حکومت میں ہی یہودی لوگ ہند۔ افغانستان۔ کشمیر۔ ایران وغیرہ ممالک میں سکونت پذیر تھے۔

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے کی ایک ناطق شہادت ہے۔ اور وہ یہ کہ جب یہ لوگ یعنی بنی اسرائیل اپنے اصلی وطن سے نکال دیئے گئے۔ اور جب وہ افغانستان وغیرہ میں آکر آباد ہوئے تو انھوں نے اپنے ان نئے شہروں کے نام بھی جو افغانستان میں بنائے اپنے سابقہ شہروں کے نام پر ہی رکھدیئے۔ چنانچہ شہر کابل جو اس وقت افغانستان کا دار الخلافہ ہے۔ درحقیقت افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ اسی نام کا شہر بنی اسرائیل کے اپنے پہلے اصلی ملک میں بھی تھا۔ دیکھو سلاطین ۱ $\frac{9}{13}$ کابول اور یشوع $\frac{19}{27}$ کبول وغیرہ

کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے پر علاوہ ان کے اوضاع و اطوار کے علم اللسان کے متعلق یہ ایک دلیل ہمارے نزدیک مسلمات سے ہے۔ گلگت کا علاقہ کشمیر سے بہت سا الحاق رکھتا ہے۔ آج سے قریباً اڑھائی ہزار سال قبل موجودہ حالت سے بھی زیادہ ویران تھا۔ گلگت کشمیر میں رہنے والے بنی اسرائیل کے اصلی لفظ "گو گلگتھا" سے

بقیہ صفحہ
؎ سیپو اجنٹ ترجمہ (دستر کا ترجمہ) جو قبل مسیح ۳۰۰ ۱۸۳ھ مصر میں ہوا بقول مسیحی مورخین اثمن

بوجہ کثرت استعمال گلگت بن گیا۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ لفظ گولگتھا کے معنے ہیں۔ ٹیلا بے برگ و گیاہ۔ پس لفظ گلگت کی مشابہت صوری و معنوی گولگتھا سے صاف ثابت ہے اور یہ ایک بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ علاوہ ازیں لفظ کشمیر کوہ سلیمان وغیرہ بھی اس امر پر شاہد ہیں۔ یعنی کشمیر کہ دراصل کاشیر ہے اور کوہ سلیمان خود فلسطین میں موجود ہے۔ اب جبکہ آستر کی کتاب کے مذکورہ مقامات کی رو سے ثابت ہوگیا کہ کشمیر افغانستان میں مسیح سے چند صدیاں پہلے ہی بنی اسرائیل آباد تھے۔ تو اب یہ ثابت کرنا باقی ہے۔ کہ بیبل کی رو سے ضروری تھا کہ مسیح صلیب سے محفوظ رہکر ان کے پاس جاتے اور ان کو تبلیغ فرماتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) امر کی دلیل ہے۔ کہ قبل مسیح چند صدیاں یونانی زبان عام طور پر رومی مقبوضات میں بولی جاتی تھی۔ اور خصوصاً یہودیوں میں اور اگر یہ بات صحیح تسلیم کیجائے تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ عہد عتیق مسیح سے ۳۰۰ سال قبل یونانی میں ترجمہ ہوچکا ہوا تھا۔ ایسی صورت میں لفظ گولگتھا جو بوجہ کثرت استعمال گلگت رہ گیا کشمیر میں آنے والے اسرائیلیوں کی طرف اب بھی مضبوطی سے منسوب کیا جائیگا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ اہل کشمیر پہلے بدھ کے پیرو تھے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قبل مسیح اہل کشمیر کی نسبت کسی معتبر مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ کشمیری گوتم منی بدھ جی کے پیرو تھے۔ ہاں مسیح کے بعد بعض کوتہ مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کشمیری بدھ مذہب کے پیروکار تھے۔ اور یہ غلطی ایسے مورخین نے صرف اس واسطے کی کہ بدھ کی تعلیم اور مسیح کی تعلیم آپس میں بکلی مطابقت رکھتی ہے۔ اور مسیح کی تعلیم جو مسیح اپنے ساتھ کشمیر میں لائے بیشک کشمیریوں کے ہاں مروج اور قابل عمل ہو گئی تھی۔"

[۱] دیکھو متی ۲۷/۳۳

مسیح کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔

پس واضح ہو۔ کہ مسیح ناصری جب دنیا میں آئے تو آپ نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا دیکھو متی ۱۵/۲۴ اس ایک ورس میں مسیح نے دو دعوے کیئے۔

ا۔ یہ کہ میں رسول ہوں جس پر فقط بھیجا گیا شاہد مطلق ہے۔ دیکھو یوحنا ۳/۱۷ و ۸/۱۸ و ۱۲/۴۹ وغیرہ

ب۔ یہ کہ میں صرف اسرائیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں یعنی میری رسالت صرف اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے اور خصوصاً وہ اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے اور خصوصاً ان اسرائیلی اقوام جو کھوئی گئی ہیں۔

اب اگر یہ کہا جاوے کہ مسیح صرف ملک شام میں اپنی بعثت کے زمانہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ اور ازاں بعد مصلوب ہو کر مرفوع الی السماء ہوا۔ اور دنیا سے قطع تعلق کر گیا۔ تو لامحالہ یہ امر تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ وہ بنی اسرائیل قومیں جو بقول آستر اور بروئے دلائل محولہ بالا کشمیر افغانستان میں آباد تھیں مسیح ان کھوئے ہوؤں کو تبلیغ نہ کر سکا۔ حالانکہ یہی آپ کا فرض منصبی تھا۔ اور دوئیم یہ کہ یسعیاہ ۸/۴ و ۶/۹ وغیرہ اور دیگر کتب مقدسہ عہد عتیق کی رو سے جو الٰہی وعدے تمام بنی اسرائیل سے دربارہ مسیح موعود ناصری تھے خدا نے خود پورے نہ کیئے۔ کیونکہ مسیح بوجہ مصلوب ہو جانے کے ان کے پاس نہیں جا سکا۔

مسیح کے کشمیر میں آنیکا ثبوت

لیکن ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ مسیح بموجب اپنے دعویٰ کے اور بمطابق پیشگوئیاں سابقہ کے ضرور بنی اسرائیل کے ان فرقہ جات کی طرف جو کشمیر وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت پذیر تھے گئے اور انہیں تبلیغ کی۔ اور خدا نے اپنے وعدے سچے کر دکھلائے۔

پہلا ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ مسیح نے کہا "اچھا چرواہا میں ہوں۔ جس طرح باپ مجھے جانتا ہے اسی طرح میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری بھیڑیں مجھے جانتی ہیں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں مجھے ان کا لانا بھی ضرور ہے اور وہ میری آواز

سُنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا یوحنا ۱۰/۱۶
ناظرین غور کریں کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جاوے کہ فلسطین ہی کے یہودیوں سے مسیح نے کہا تھا۔ "میں اچھا چرواہا ہوں۔ اچھا چرواہا اپنی بھیڑوں کے لئے جان دیتا ہے یوحنا ۱۰/۱۱ تو پھر کیا فلسطین ہی کے یہودی مسیح کی بھیڑیں ہو سکتے ہیں اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر درس محولہ بالا کہ میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں مجھے ان کا لانا بھی ضروری ہے اور وہ میری آواز سُنیں گی کیا معنی رکھتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ اس جگہ فلسطین کی بھیڑوں کے سوائے مسیح اپنی اور بھیڑیں بھی بتلاتا ہے اور ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے

ا۔ کہ میری جو (ان بھیڑوں کے سوائے) اور بھیڑیں ہیں میں ان کو بھی ضرور لاؤنگا۔
ب۔ اور وہ بھی میری آواز سنیں گی۔

پس اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر وہ کونسی مسیح کی بھیڑیں تھیں۔ جن کا لانا ایسا ضروری تھا۔ سو اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ بھیڑیں (در اصل افغان و کشمیری جو بنی اسرائیل ہیں) تھیں جن کی تبلیغ کے لئے خدا نے صلیبی موت سے اسے محفوظ رکھا۔

دوسرا ثبوت۔ ایک اور بات جس کی رو سے مسیح کا صلیب پر زندہ رہنا اور کشمیر میں تشریف لانا ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ مسیح نے کہا تھا۔ کہ "اس زمانہ کے لوگوں کو یونس نبی کے نشان کے سوائے اور کوئی نشان دکھایا نہ جائیگا یعنی جس طرح یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا اسیطرح ابن آدم تین رات دن قبر میں رہے گا متی ۱۲/۴۰ وغیرہ۔ اب یہ امر ظاہر ہے۔ کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ تھا زندہ رہا تھا۔ اور صرف اسی بات میں مسیح یونس کا مثیل قرار دیا جا سکتا ہے۔

عیسائی اس کے جواب میں زبردستی سے یہ کہتے ہیں۔ کہ "یونس کے معجزہ سے مماثلت مسیح کے معجزہ کی صرف یہ تھی۔ کہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں یونس کا رہنا اور تین رات دن قبر کے پیٹ میں مسیح کا رہنا۔ اور بس"

لیکن افسوس ہے۔ کہ مسیحی نہیں سوچتے۔ کہ اگر یہ مماثلت صحیح تسلیم کر لی جاوے تو بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ مسیح تین رات اور تین دن قبر میں نہیں رہے ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جمعرات کی شام کو مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھائی۔ اور اسی دن جناب پکڑے گئے جمعہ کے دن صلیب پر چڑھائے گئے جمعہ کی شام کو یوسف ارمتیاہ کے رہنے والے نے دفن کیا۔ اور پھر سبت کے بعد ہفتے کے پہلے دن جی اٹھے۔ تو اب جمعہ کی رات سبت کا دن اور رات غرض دو رات اور ایک دن قبر میں مسیح رہا۔ پھر یونس کے تین دن اور تین رات سے اس زمانہ کو کیا نسبت ہے پس ثابت ہوا کہ مشابہت صرف زندہ رہنے کی حالت میں ہے ؛

تیسرا ثبوت۔ پھر علاوہ ازیں مسیح بہت تھوڑی دیر صلیب پر رہے۔ یہ معمولی عرصہ جان لینے کے لئے کافی نہ تھا۔ چنانچہ چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ مرے نہ تھے بلکہ بے ہوش تک نہ ہوئے تھے مگر مسیح ایسے جرائم پیشہ اشخاص کی نسبت نہایت نازک اور لطیف جسم رکھتا تھا اس لئے وہ بے ہوش ہو گیا اور غشی کی حالت اس پر طاری ہوئی جس کو شاگردوں نے لفظ موت سے تعبیر کیا ؛

چوتھا ثبوت۔ ماسوائے اسکے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ بموجب توریت کی کتاب استثنا $\frac{21}{23}$ کے "وہ جو مصلوب ہووے ملعون ہے" پس مسیح سا ذی شان راستباز نبی ہرگز صلیب پر جان دیکر لعنتی نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کا خود محافظ و نگران ہوتا ہے کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ صلیب پر مسیح کو فوت کرتا۔ خدا نے اس کو موت سے بچا لیا۔ تاکہ وہ استثنا کے مذکورہ فتویٰ کے نیچے آکر مورد ملامت نہ ہو بلکہ اللہ نے اسکو صلیب پر زندہ رکھا۔ اور وہ اس فتویٰ سے محفوظ رہا لیکن اس کے خبیث دشمن یہود ضرور ناکام اور شرمندہ ہوئے ؛

زبور نمبر ۲۲ پر غور

اب اس کے بعد زبور ۲۲ کی نسبت غور کرتے ہیں۔ کہ اس سے کیا ثابت ہو سکتا ہے۔

اس زبور کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ہم بقول مصنف ٹریکٹ مذکور یہ امر

تسلیم کریں۔ کہ واقعی یہ زبور مسیح کے حق میں ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس زبور میں صاف پیشگوئی کے طور پر لکھا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر نہیں مریگا۔ بلکہ بچ جائیگا۔ چنانچہ زبور نویس بقول ٹریکٹ مذکور کے اول مسیح کے دکھ درد تحریر کرنے سے پہلے ہی تمہیداً بیان کرتا ہے۔ کہ "مگر تو (خدا) قدوس ہے۔ تو اسرائیل کی مدح میں سکونت کرنیوالا ہے۔ ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکّل کیا انہوں نے توکل کیا اور تو نے انہیں چھڑایا انہوں نے تجھ سے فریاد کی اور رہائی پائی انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور شرمندہ نہ ہوئے آیت ۳ تا ۶۔

یہ تمہیدی آیات کیا معنی رکھتی ہیں زبور نویس اس سے آگے مسیح کے دکھوں کا آیت ۷ سے لیکر ۱۸ تک صاف طور پر نقشہ کھینچتا ہے۔ لیکن پہلے اس دردناک واقعہ کے نتیجہ کا ذکر کرتا ہے اور بتلاتا ہے۔ کہ ضرور ہے اس دردناک واقعہ کا نتیجہ بھی وہی ہو۔ یعنی جس طرح سے انجام کار وہ رہائی پاتے۔ ضرور ہے اسی طرح وہ شخصیت بھی جس کا آگے ذکر آئیگا۔ اس جانکاہ واقعہ کے بعد بچ جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا منقولہ آیات سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

لیکن جب ہم آیت ۱۸ سے آگے یہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ "تو نے میری سنکر مجھے بچایا ہے" آیت ۲۰ تو صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اترا ورنہ کوئی مسیحی بتلادے کہ اگر وہ صلیب پر مر گیا تو پھر ابتدائی آیات کہ "خدا پر توکّل کرنے والے ہمارے آباؤ اجداد ہمیشہ ایسے دردناک واقعات سے محفوظ رہے ہیں اور آیت ۲۰ میں یہ کہنا کہ تیری سن کر تو نے مجھے بچایا ہے" کیا معنی رکھتا ہے ہم پھر مکرر کہتے ہیں۔ کہ اگر مسیح صلیب پر مر گیا تو بتاؤ ان آیات کے کیا معنے ہیں زبور نویس نے کیوں ان آیات کو لکھا۔ نہیں تو "دشمن کو بچالے" اور "متوکلین کو چھڑایا" سے اور کوئی دوسرے معانی و مطالب بیان کرو +

اس زبور سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے ناظرین کو چاہیئے۔ کہ اس سارے زبور کو اول سے آخر تک پڑھیں۔ آیت ایک سے لغایت آیت ۲۱ تک تو صاف یہی لکھا ہے۔ کہ مسیح صلیب سے بچ جائیگا اور اپنے مخالفین پر فتحمند ہوگا۔ لیکن آیت ۲۲ سے ایک اور نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح انسانی فطرت میں یہ ایک مادہ رکھا گیا ہے۔ کہ جب کسی کی مدد و امداد سے کوئی انسان کامیاب ہوتا ہے تو اپنے محسن

معاون کا وہ شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح زبور نویس خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے کیوں اسلئے۔ کہ "اس نے (خدا نے) دردمند کے درد کی تحقیر نہ کی"۔ لیکن اگر مسیح کو صلیب پر مرنا ہوتا تو استثنا ۲۱/۲۳ کی رو سے دردمند کے درد کی تحقیر اور نہ صرف تحقیر بلکہ سخت "تحقیر" ہوتی)

آیت ۲۲ میں زبور کہتا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد "میں اپنے بھائیوں میں تیرا نام بیان کرونگا اور مجمع میں تیرا ثناخواں ہونگا"

یہ پیشگوئی ملک فلسطین میں ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسیح جو "بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا تھا متی ۱۵/۲۴ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین کے اسرائیل لوگوں کو تبلیغ نہیں کر سکا ہاں کشمیر اور افغانستان میں آکر مسیح نے اس پیشگوئی کو ضرور پورا کیا ہے اور بے شک افغانستان اور کشمیر کے اسرائیل لوگوں کے "مجمع میں ثناخواں ہوا" اور ان کے "درمیان خدا کا نام بیان کیا ہے" ورنہ مسیحی لوگ ثابت کریں۔ کہ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین کے اسرائیل لوگوں کو مسیح نے کب تبلیغ فرمائی تھی؟

پس ظاہر ہے۔ کہ بمطابق یسعیاہ ۵۳ مسیح جیسے "دردمند" کی "خدا نے تحقیر نہ کی اور نہ اس سے اسے نفرت آئی۔ نہ اس سے اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔ بلکہ جب اس نے اس کو پکارا تو اس نے جواب دیا" آیات ۲۴ و ۲۵ مسیح صلیب سے بچ گئے۔

ہمارے اس دعویٰ کی تائید میں عہد جدید کا ایک اور مقام بھی ہے عبرانیوں کا خط ہے اس میں لکھا ہے۔ "اس نے (مسیح) اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے (خدا سے) دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی (مسیح کی) سنی گئی" دیکھئے زبور ۲۲/۲۱ کے مطابق وہ صلیب سے بچ گیا۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بموجب یوحنا ۱۱/۴۲ کے مسیح کا اپنی نسبت مستجاب الدعوت ہونے کا دعویٰ ہے اور کہتا ہے کہ "اے باپ مجھے معلوم ہے تو ہمیشہ میری دعائیں قبول کیا کرتا ہے" پس گتسمنی والی دعا کہ "یہ پیالہ ٹل جاوے" قبول ہوئی

اور بموجب عبرانی ہے کے اس کی دعا سنی گئی ۔

اس زبور میں احمدی جماعت کا ذکر

مذکورہ بالا امور کے سوا ایک اور امر بھی اس زبور سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ۔ اس زبور کی آخری آیات یعنی آیت ۲۶ سے آخر تک کی آیات میں ایک آئندہ آنے والی نسل کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کا کام بھی بتایا گیا ہے چنانچہ آیت ۳۰ میں ہے "ایک نسل ہوگی جو اس کی بندگی کریگی۔ وہ خداوند کی پشت گنی جائیگی وہ آئینگے اور ان لوگوں پر جو پیدا ہونگے یہ کہینگے اس کی صداقت ظاہر کرینگے۔ کہ اس نے ایسا کیا۔"

اب سوال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ آنے والی خداوند کی نسل "یا" پشت کیا کہیگی۔ کہ خدا نے کیا کیا۔ سو ظاہر ہے۔ کہ زبور نویس پہلے موعود دردمند کا نقشہ کھینچتا ہے اور پھر بتلاتا ہے کہ کس طرح خدا اس کو دکھ درد و تحقیر و تذلیل سے نجات و مخلصی عطا فرمائیگا۔ ایسا کہ وہ ایک خارق عادت کے طور پر بچ جائیگا۔ اور چونکہ اس کا یہ بچنا بطور ایک معجزہ یا ایک بڑی الٰہی قدرت کے ہوگا۔ لہذا وہ الٰہی پشت یا نسل اس معجزہ یا عجوبۂ قدرت کا اظہار کرنے والی ہوگی اور خدا کی حکمت و قدرت کو یہ واقعہ بیان کرکے ظاہر کریگی اب پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ نسل کون ہے۔ مسیحی لوگ تو اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ "مسیح صلیب پر مر گیا" مسیح کے ماننے والی جماعتوں میں سے صرف ایک احمدی جماعت ہی ہے جو یہ یقین اور اعتقاد رکھتی ہے کہ خدا نے مسیح کو صلیب کی موت سے محفوظ رکھا اور وہ صلیب پر سے زندہ اتر کر ملک کشمیر میں آئے اور افغانستان اور کشمیر کے اہل اسرائیل کی بڑی جماعت میں مسیح سے خدا کی ستائش ہوئی" پس ظاہر ہو گیا کہ اس زبور میں بطور پیشگوئی "احمدی جماعت" کا ذکر بھی موجود ہے ۔

بائبل میں مسیح کی موت بر صلیب کی پیشگوئیاں تھیں۔

ٹریکٹ مذکور کے مصنف صاحب زبور ۲۲ والی پیشگوئی نقل کرنے کے بعد ایک اور دعوی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ "جب سابقہ انبیاء کی کتب میں پیشگوئیاں مسیح کی موت کے حق میں تھیں تو بموجب ان کے ظہور میں آیا چنانچہ مسیح صلیب

پر مرگیا جس کی تائید عہدِ جدید کی مختلف کتب کے مختلف مقامات سے ہوتی ہے۔"

اب ذیل میں دعوٰی کا جواب کہ "از روئے عہدِ جدید مسیح صلیب پر مرگیا" دیا جاتا ہے:۔

یہ امر ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی کتب میں جس جگہ و مقام پر مسیح کے دکھوں کا ذکر آتا ہے وہاں اس قسم کے الفاظ " مسیح کی اذیتیں۔ دکھ درد اٹھانا۔ اذیتوں سے کامل کیا جانا دکھ درد اٹھا کر جلال میں شامل ہونا" وغیرہ ہی ہیں۔ اناجیل میں سے انجیل متی ۲۷/۵۰ میں اس واقعہ کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے " اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی" مرقس ۱۵/۳۷ میں یوں ہے " تب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا" لوقا ۲۳/۴۶ میں ہے " یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا" اور یوحنا ۱۹/۳۰ میں ہے " اور سر جھکا کے جان دی"

ہر چہار اناجیل کے بیانات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بخیال اناجیل کے مصنفین کے جان دینے سے پہلے بلکہ آخری لمحہ میں بھی مسیح کے ہوش و حواس قائم تھے اور وہ باتیں کرتا رہا بلکہ چلاتا رہا۔ عجیب معاملہ ہے۔ کہ جمعرات کی شام سے لیکر جمعہ کی شام تک۔ باوجودیکہ مسیح کو سخت سخت ترین بدنی تکالیف پہنچائی گئی تھیں لیکن تو بھی وہ مرنے سے ایک لمحہ بھر پہلے بھی باہوش و حواس تھا بلکہ اور زور سے چیختا چلاتا تھا۔ پس اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ مرا نہ تھا۔ بلکہ صرف بے ہوش یا خاموش ہوگیا تھا۔ اور اسی کو لوگوں نے اور خود شاگردوں نے مرجانا سمجھا۔

بائیبل میں مرنے سے کیا مراد ہے

ہر ایک زبان خصوصاً بائیبل کی ہر دو مسلّمہ لغات میں یہ محاورہ موجود ہے۔ کہ نہایت تکلیف اور دکھ اٹھانے کو مرنا یا موت سے نہ صرف مشابہت و مماثلت ہی دی جاتی ہے بلکہ صاف طور پر اسے "مرنا" خیال کیا جاتا ہے اور بائیبل کے مجموعہ میں بکثرت یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔

سب سے پہلے ہم رسول پولوس کے کلام کو شاہد لاتے ہیں۔ چنانچہ رسول موصوف اپنے

خط بنام اہل کرنتھس ۱۵ کے ۳۱ میں فرماتے ہیں "مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند یسوع مسیح سے ہے قسم ہے کہ میں ہر روز مرتا ہوں"

اب سوال ہے۔ کہ اگر اناجیل نویسوں کے اس کلام سے کہ "مسیح نے صلیب پر دم دیدیا" یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ تو پولوس رسول کے کلام کے کیا معنی ہیں ... ... جس طرح پولوس رسول فوت ہوا کرتے تھے اسی طرح مسیح کی موت سمجھنا چاہیئے۔ پھر علاوہ ازیں اسی خط کے ۴ میں ہے "کیونکہ میری دانست میں خدا نے ہم سب رسولوں کو پچھلے کر کے قتل ہونے والوں کی طرح ظاہر کیا" پھر خط بنام اہل کرنتھس ۲ کے ۴ میں ہے "ہم خداوند یسوع مسیح کی موت کو اپنے بدن میں ہمیشہ لئے پھرتے ہیں" پھر کرنتھیوں ۲ کے ۱۱/۲۳ میں ہے۔ کیا وہ مسیح کے خادم ہیں میں نادانی سے کہتا ہوں۔ زیادہ تر ہوں محنتوں میں زیادہ کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ قیدیوں میں بیشتر۔ موتوں میں اکثر میں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار چھڑیوں سے مار کھائی۔ ایک دفعہ پتھراؤ کیا گیا۔ تین مرتبہ جہاز کے ٹوٹ جانے کی بلا میں پڑا۔ ایک رات دن سمندر میں کاٹا میں سفروں میں بہت دریاؤں کے خطروں میں چوروں کے خطروں میں اپنی قوم والوں سے خطروں میں غیر قوم والوں سے خطروں میں شہر کے بیچ خطروں میں جھوٹے بھائیوں کے بیچ خطروں میں رہا تھا۔ محنت اور مشقت میں بارہا بیداریوں میں بھوک اور پیاس میں فاقوں میں اکثر سردی اور ننگے رہنے کی حالت میں رہا ہوں دیکھو خط مذکور ۱۱/۲۳ تا آخر

ہم بڑے زور سے مسیحی احباب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر بخیال شما بقول اناجیل نویساں بموجب ایسی آیات جن کے یہ الفاظ ہیں کہ "مسیح نے صلیب پر جان دی" وغیرہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح واقعی فوت ہو گئے تو پولوس رسول کا "موتوں میں اکثر" شامل ہونا کیا معنی رکھتا ہے صاف ظاہر ہے۔ کہ بقول پولوس رسول بھی نہایت مصائب و آلام اٹھانا موت ہی ہے اور یہی ہم کہتے ہیں۔ کہ چونکہ مسیح کو بوقت صلیب بلکہ بوقت گرفتاری ہی سے یہود نے سخت سے سخت تکالیف دینی شروع کی تھیں اور مسیح

سخت مصیبت میں تھے لہذا صلیب پر جب آپ بوجہ تکالیف وغیرہ بے ہوش ہو گئے تو اس حالت کو موت سے تعبیر کیا گیا۔ جیسا پولوس رسول نے بتا دیا ؛

پھر علاوہ ازیں عہد عتیق کے کئی ایک مقامات میں بھی یہی محاورہ مستعمل ہے چنانچہ زبور ۴۴/۲۲ میں داؤد کہتا ہے کہ "تیرے لئے ہی ہم (خدا کے لئے) سارے دن مارے جاتے ہیں اور ذبح کی بھیڑوں کی مانند گنے جاتے ہیں" غرضیکہ کہاں تک تحریر کیا جاوے پس عہد عتیق اور عہد جدید کے محاورات صاف بتلا رہے ہیں کہ سخت تکلیف و غم و حزن سے بیہوش ہو جانے وغیرہ کی حالت کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ موت کہا جاتا ہے اور وہ موت ہی ہے فقط

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ نابغہ (شاعر کا نام ہے) نے خنساءؓ (شاعرہ کا نام ہے) سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کہا کہ کوئی شعر سناؤ۔ خنساءؓ نے کچھ شعر سنائے نابغہ نے کہا میں نے کوئی عورت تم سے بڑھ کر شاعر نہیں دیکھی۔ خنساء نے کہا "اور نہ کوئی مرد" حسان بول اٹھے میں اس سے بڑھ کر شاعر ہوں کیونکہ میں نے یہ شعر کہے ہیں :-

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحیٰ — واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

ولدنا بنی العنقاء وابنی محرق — فاکرم بنا خالا واکرم بنا ابنا

خنساءؓ نے کہا تو نے اپنے فخر کو بہت کمزور کر دیا ہے آٹھ غلطیاں کی ہیں۔ حسانؓ نے کہا کیسے۔ اس نے کہا تو نے لنا الجفنات کہا ہے جفنات جمع قلت ہے جو کہ دس سے کم کے لئے بولی جاتی ہے اسواسطے تو نے برتنوں کے عدد کو کم بیان کیا ہے اور اگر جفان کہتا تو اکثر ہوتے اور (۲) تو نے (غر) کہا ہے اور غرۃ پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں اگر تو بیض کہتا تو وسعت میں زیادہ ہوتا اور (۳) تو نے یلمعن کہا ہے اور لمع اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک چیز کے بعد آتی ہے اور اگر تو (۴) یشرقن کہتا تو خوب ہوتا کیونکہ اشراق بالاتر ہے لمعان یعنی چمک سے اور تو نے ضحیٰ کہا ہے (یعنی چاشت کا وقت) حالانکہ مہمان اکثر رات کو آتے ہیں اگر بلیل کہتا تو بہتر تھا اور تو نے اسیافنا کہا ہے (۵) اسیاف بھی جمع قلت ہے جو کہ دس سے کم پر بولی جاتی ہے اور اگر سیوف کہتا تو اکثر مراد ہوتیں۔ اور تو نے (۶) یقطرن (قطرے بہاتی ہیں) کہا ہے تو یہ قلت قتل پر دال ہے اور اگر تو یجرین (یعنی جاری ہے) کہتا۔ تو یہ کثرت خون پر دلالت کرتا ( ) تو نے دم کہا ہے حالانکہ دماء (جمع) بڑھ کر ہے دم سے اور تو نے فخر کیا ہے (۸) اپنی اولاد کے ساتھ اور اپنے والدین کے ساتھ فخر نہیں کیا۔ حسان نے سر تسلیم خم کیا ؛ (دیوان خنساء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴)

کیا معراج روحانی تھا یا جسمانی

بعض لوگ قلتِ تدبّر و سوءِ فہم کی وجہ سے احمدی جماعت پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب جسم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے منکر ہیں حالانکہ ائمہ و علمائے سلف اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اسی خاکی جسم کے ساتھ ہوا تھا :

سو ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ اپنے اس عقیدے میں متفرد نہیں بلکہ پہلے بعض علماء اور ائمہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ ملاحظہ ہو لباب الخیار فی سیرۃ المختار صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵ " فالجمهور علیٰ انه کان بهما معا وذهب بعضهم الیٰ انه کان بالروح فقط ومنهم عائشة والحسن ومعاوية وغيرهم " جمہور کا تو یہی خیال ہے کہ معراج روح و جسم کے ساتھ تھا اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ معراج صرف روح کے ساتھ تھا اور انہی میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا و حسنؓ و معاویہ وغیرہ ہیں :

اب ہم ذیل میں ان احادیث کو مختصراً تحریر کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج اس جسم خاکی کے ساتھ نہیں تھا اور جن بعض احادیث کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ معراج جسد کے ساتھ ہوا تھا ان میں بھی اگر غور و تدبّر کیا جائے تو صاف کُھل جاتا ہے کہ معراج اس جسد کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اُسی جسد کے ساتھ ہوا جو رؤیا وغیرہ میں انسان کو ملتا ہے جیسا کہ وما جعلنا الرؤيا التی اریناك الا فتنة للناس کے ماتحت مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ رؤیا معراج تھی۔

بہرحال جو احادیث میں معراج کے واقعات مسطور ہیں ثابت کرتے ہیں کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں تھا چنانچہ ہم چند کتب کے حوالجات تواریخ و تفاسیر و احادیث سے پیش کرتے ہیں

تاریخ طبری | ملاحظہ ہو طبری جلد ۳

پہلی حدیث | " اخبرنی عمر ابن عروۃ ابن الزبیر قال سمعت عن عروۃ ابن الزبیر یحدث عن ابی ذر الغفاری قال قلت یا رسول اللہ کیف علمت انك نبی اول ما علمت حتیٰ علمت ذلك واستیقنت قال یا ابا ذر اتانی ملکان

وانا ببعض بطحاء مکة فوقع احدهما فی الارض والاٰخر بین السماء والارض فقال احدهما لصاحبه اھو ھو قال ھو ھو قال فزنه برجل فرجحته ......

...... ثم قال احدهما لصاحبه شق بطنه فشق بطنی ثم قال احدهما اخرج قلبه او قال شق قلبه فشق قلبی فاخرج منه مغمز الشیطان و علق الدم فطرحها ثم قال احدهما للاٰخر اغسل بطنه غسل الاناء واغسل قلبه غسل الاناء او اغسل قلبه غسل الملاءة ثم دعا بالسکینة کانها وجه هرة بیضاء فادخلت قلبی ثم قال احدهما لصاحبه خط بطنه فخاط بطنی"

ترجمہ ابی ذرغفاری نے رسول کریمؐ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ آپ نے کس طرح یقین کیا کہ آپ نبی ہیں فرمایا کہ یا اباذر میں بطحاء مکہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ایک فرشتہ زمین پر آ گیا اور ایک زمین اور آسمان کے درمیان میں رہا ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کیا یہ وہی ہے اس نے کہا کہ ہاں وہی ہے تو اس نے کہا تو اس کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کر تو مجھے وزن کیا گیا تو میں اسپر ترجیح لے گیا پھر کہا کہ اس کو وزن کر دس کے ساتھ پھر کہا سَو آدمی کے ساتھ پھر کہا ہزار کے ساتھ تو مجھے ہزار کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں ان پر ترجیح لے گیا۔ پس وہ میزان کے پلڑے کو مجھ پر پھیلانے لگے۔ پھر رسول کریمؐ نے فرمایا پھر ایک نے ان سے دوسرے کو کہا کہ اگر تُو اس کو اس کی اُمّت کے ساتھ وزن کرتا تو یہ اُمّت پر ترجیح لیجاتا۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس کے پیٹ کو پھاڑ پس میرا پیٹ پھاڑا گیا پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کے دل کو نکال یا پھاڑ تو میرا دل پھاڑا گیا تو اس میں سے شیطان کا مطعن یعنی چوب مارنیکی جگہ اور ایک خون کا ٹکڑا نکالا پس پھر اس کو پھینک دیا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ اس کے پیٹ اور دل کو برتن کے دھونے کی طرح دھو پھر سکینة کو ایسی حالت میں کہ اس کی شکل سفید بلّی کے مُنہ کی تھی لایا گیا پھر اس کو میرے دل میں داخل کیا گیا پھر ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس کے پیٹ کو سی دے پس اس نے میرا پیٹ سی دیا پھر اس کے آگے رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ یہ سارا واقعہ اسطرح تھا فکانما اعاین الامر معاینة گویا کہ میں ظاہراً آنکھوں سے دیکھ رہا تھا پس یہ واقعہ اس جسد کے ساتھ تو انسان

دیکھ نہیں سکتا کیونکہ ایک طرف تو پیٹ اور دل پھاڑا بھی جائے اور پھر انسان باتیں بھی سنتا رہے اگر ہو سکتا ہے تو یہ کشف یا رؤیا میں ہی ہو سکتا ہے۔

دوسری حدیث عن انس ابن مالک قال لما کان حین نبی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان ینام حول الکعبۃ وکانت قریش تنام حولھا۔

فاتاہ ملکان جبرئیل ومیکائیل فقالا بایھم اُمرنا فقالا اُمرنا بسیدھم ثم ذھبا ثم جاءا من القبلۃ وھم ثلاثۃ فالفوہ وھو نائم فقلبوہ بظھرہ وشقوا بطنہ ثم جاؤا بماء من ماء زمزم فغسلوا ما کان فی بطنہ من شک او شرک او جاھلیۃ او ضلالۃ الخ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا جامہ پہنایا گیا تو ان ایام میں آپ اور قریش کعبہ کے اردگرد سوتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے جبرائیل ومیکائیل آئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا مامور بہ وہ ہے جو ان سب کا سردار ہے پھر وہ دونو چلے گئے اور قبلہ کی طرف سے تین ہو کر آئے تو انہوں نے نبی کریمؐ کو سوئے ہوئے پایا پس انہوں نے آپ کو پیٹھ کے بل پلٹا اور آپ کے پیٹ کو پھاڑا اور دھو کر اس میں سے شک اور شرک اور جاہلیت یا ضلالت کو نکالا پھر ایک سونے کا تھال جو کہ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا لائے اور آپ کے پیٹ کو ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا پھر وہ آپ کو سماء دنیا کی طرف لے گئے۔

پس مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ ہوا ہے یعنی پیٹ کا پھاڑنا اور معراج ہونا اور ایمان وحکمت کا پیٹ میں داخل کرنا نیند کی حالت میں ہوا اور اس کا ظاہر پر محمول کرنا بھی بعید از عقل ہے کیونکہ شرک وشک وضلالت وغیرہ کا کوئی وجود نہیں کہ اس کو نکال کر پھینکا جائے اور اس کی جگہ ایمان وحکمت ایک تھال میں لاکر آپ کے پیٹ میں ڈالا جائے کیونکہ ایمان وحکمت کوئی ایسی چیز ہی نہیں کہ کسی برتن میں ڈالی جائے۔

سیرۃ ابن ہشام ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۳۹ و تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۷

وتفسیر ابن جریر جلد ۱۵

(۱) قال ابن اسحاق حدثنی بعض اٰل ابی بکر ان عائشة زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانت تقول ما فقد جسد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولکن اللّٰہ اسرٰی بروحہ" ترجمہ ۔ ابن اسحاق نے کہا کہ میرے پاس اٰل ابی بکر سے کسی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء صرف روح کے ساتھ ہوا اور آپ کا جسم پوشیدہ نہیں ہوا ۔

(۲) قال ابن اسحاق وحدثنی یعقوب ابن عتبة ابن المغیرة ابن الاخنس ان معاویة ابن ابی سفیان انہ کان اذا سئل عن مسریٰ رسول اللّٰہ علیہ وسلم قال کانت رؤیا من اللّٰہ صادقة فلم ینکر ذٰلک من قولہ لقول الحسن ان ھٰذہ الاٰیة نزلت فی ذٰلک قول اللّٰہ تبارک وتعالٰی وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ ولقول اللّٰہ تعالٰی فی الخبر فی ابراھیم اذ قال لابنہ یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک ثم مضی علٰی ذٰلک فعرفت ان الوحی من اللّٰہ یأتی الانبیاء ایقاظًا ونیامًا ۔

ترجمہ ۔ معاویہ بن ابی سفیان سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء کے متعلق پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے یہ ایک خدا کی طرف سے رؤیا صادقہ تھی پس اس کو کسی نے برا نہیں منایا حسنؓ کے قول کی وجہ سے کہ اسراء کی آیت کے بارے میں ہی وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ اتری ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قول . حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ میں تجھے خواب میں ذبح کرتے دیکھتا ہوں پھر اس کے مطابق کر بھی دکھلایا پس اس سے میں نے یہ جان لیا کہ انبیاء کو وحی سوتے اور جاگتے دونو طرح آتی ہے ۔

بخاری ملاحظہ ہو بخاری کتاب التوحید صفحہ ۱۲۰ وتفسیر ابن جریر جلد ۱۵ و در منثور جلد ۴

عن شریک ابن ابی نمر قال سمعت انسا یحدثنا عن لیلة اسری برسول اللّٰہ صلعم من مسجد الکعبة انہ جاءہ ثلاثة نفر قبل ان یوحی الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو قال اوسطھم ھو خیرھم فقال احدھم خذوا خیرھم

فکانت تلک فلم یرھم حتی جاؤا لیلۃ اخری فیما یری قلبہ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عیناہ ولا ینام قلبہ وکذالک تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم فلم یکلموہ .... قال یا موسیٰ قد واللہ استحییت من ربی مما اختلف الیہ قال فاھبط باسم اللہ فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام۔

ترجمہ۔ انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم کا اسراء مسجد کعبہ سے اس طرح ہوا کہ آپ کے پاس تین اشخاص آئے قبل اس کے کہ آپ کو وحی ہو اس حالت میں کہ آپ مسجد الحرام میں سوئے ہوئے تھے پہلے نے ان میں سے کہا کہ ان میں سے مامور بہ کون ہے دوسرے نے کہا جو ان میں سب سے بہتر ہے پھر آپ نے ان سے کہا ان سے جو اعلیٰ ہے اس کو پکڑ لو پس اتنا ہوا تو پھر اس رات ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ تینوں دوسری رات میں آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا حال ہے کہ ان کی آنکھیں سوجاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے پھر آسمانوں پر لے گئے پھر حضرت موسیٰؑ سے آخری دفعہ آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اب میں پھر خدا تعالیٰ کے پاس جاؤں اور پانچ نمازوں سے بھی اور کم کراؤں تو پھر آپ کو اس نے کہا تو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اتر جا پس سب واقعہ دیکھ کر آپ بیدار ہوگئے اور آپ مسجد الحرام میں ہی تھے پس یہ حدیث اس بات کی صاف دلیل ہے کہ معراج آپ کے سونے کی حالت میں ہی ہوا تھا کیونکہ آپ سارا واقعہ دیکھکر نیند سے جاگے۔

مسلم | ملاحظہ ہو مسلم جلد ۱ صفحہ ۶۰۔ عن مالک ابن صعصعۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا یقول احد الثلاثۃ فاتیت بطست من ذھب فیھا من ماء زمزم الخ

ترجمہ۔ مالک بن صعصعہ نے کہا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میں بیت اللہ کے پاس بیداری اور نیند کے درمیانی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک سونے کا تھال جس میں زمزم کا پانی تھا لایا گیا۔ پس اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ معراج بیداری کی حالت میں اسی موجودہ خاکی جسم کے ساتھ نہیں تھا۔

تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان

ملاحظہ ہو تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان للعلامۃ نظام الدین الحسن بن محمد ابن حسین القمی النیشاپوری زیر آیت وما جعلنا الرؤیا التی

نیشاپوری

" واعلم ان الاکثرین من علماء الاسلام اتفقوا علی انہ اسری بجسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاقلون علی انہ ما اسری الا بروحہ حکی محمد ابن جریر الطبری فی تفسیرہ عن حذیفۃ انہ قال کان ذلک رؤیا وانہ ما فقد جسد رسول اللہ ولکنہ عرج بروحہ وحکی ھذا القول عن عائشۃ ایضاً ترجمہ۔ جان لے کہ اکثر علمائے اسلام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اسراء جسد کے ساتھ ہوا ہے اور اقل نے کہا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوا ہے محمد ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں حذیفہ سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا کہ اسراء ایک رؤیا تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد گم نہیں ہوا تھا اور معراج روح کے ساتھ ہوا تھا اور اس قول کو عائشہ رض سے بھی بیان کیا ہے ؛

پھر لکھا ہے کہ بعض عقلاء نے اس قول پر کئی وجوہ سے حجت پکڑی ہے۔

(۱) منھا ان الحرکۃ الجسمانیہ البالغۃ فی السرعۃ الی ھذا الحد غیر معقولہ

ترجمہ۔ یعنی حرکت جسمانی جو اتنی سرعت کے ساتھ اتنی حد تک جتنی کہ معراج میں ہوئی تھی غیر معقول ہے ؛

(۲) منھا ان صعودہ الی السموات یوجب انخراق الافلاک۔

ترجمہ۔ یعنی رسول کریم ص کا آسمانوں میں چڑھ جانا انخراق فلک کو لازم ہے ؛

(۳) انہ لو صح ذلک لکان من اعظم معجزاتہ فوجب ان یکون بمحضر من الجم الغفیر حتی یستدلوا بذلک علی صدقہ وما الفائدۃ فی اسرائہ لیلا علی حین غفلۃ من الناس۔

ترجمہ۔ کہ اگر جسد کے ساتھ معراج ہونا صحیح ہی ہو تو یہ آپ کے معجزات سے ایک بڑا معجزہ ہے اسلئے ضروری تھا کہ بہت سارے گروہ کی موجودگی میں ہوتا یہاں تک کہ آپ کے صدق پر اس کے

ساتھ لوگ دلیل پکڑتے اور رات کے وقت لوگوں کی بے خبری میں اسراء سے کیا فائدہ۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ جب وہ کافر لوگ آپ سے آسمان پر جانا طلب کرتے ہیں تو آپ جواب میں بھی فرماتے ہیں کہ میں آسمان پر نہیں جا سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ او یکون لک بیت من زخرف او ترقیٰ فی السمآء ولن نؤمن لرقیك حتّٰی تنزل علینا کتٰباً نقرؤه قل سبحان ربی هل کنت الّا بشرًا رسولًا کافروں کے سوال کے جواب میں تو انکار کیا جاتا ہے اور رات کے وقت جبکہ کوئی نہیں دیکھتا آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے اگر آپ اس جسم کے ساتھ آسمانوں پر گئے تھے چاہیئے تو تھا کہ جب وہ آپ کا آسمان پر جانا طلب کرتے تو آپ کو آسمان پر لیجایا جاتا ؛

(۴) ومنها قوله سبحانه وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰك الّا فتنة للناس وما تلك الرؤیا الا حدیث المعراج -

ترجمہ - کہ آیت مذکورہ میں جو رؤیا کا لفظ ہے تو وہ معراج ہی کو کہا گیا ہے ؛

(۵) ومنها ان حدیث المعراج الجسمانی اشتمل علےٰ اشیاء بعیدة عن العقل کشق بطنه وتطهیرہ بماء زمزم ورکوب البراق وغیرها۔

ترجمہ - کہ حدیث معراج جسمانی بہت سی ایسی اشیاء پر جو کہ بعید از عقل ہیں مشتمل ہے مثلاً پیٹ کا پھاڑنا اور ماء زمزم سے صاف کرنا اور پھر براق پر سوار ہونا وغیرہ ؛

یہ چند اعتراضات ہیں جو کہ مذکورہ بالا تفسیر میں بعض عقلاء نے ان لوگوں پر جو کہ معراج کو جسم کے ساتھ مانتے ہیں کیئے ہیں ؛

تفسیر ابن جریر ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۶ و در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ -

"ثم اتاہ بفرس فحمل علیه کل خطوة منه منتھی طرفه واقصی بصرہ قال فسار وسار معه جبرئیل فاتی علےٰ قوم یزرعون فی یوم ویحصدون فی یوم کلما احصد واعاد کما کان فقال النبی ؐ یا جبریل ماھذا قال ھؤلاء المجاھدون فی سبیل الله تضاعف لھم الحسنة بسبعمائة ضعف۔

ترجمہ - پھر آپ کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا جس پر آپ کو سوار کیا گیا اس کا ایک قدم جہاں تک نظر

جا سکتی تھی پڑا تھا پھر آپ اور جبرئیل چلے یہاں تک کہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے کہ وہ ایک دن بوتے تھے اور ایک دن میں کاٹتے تھے جب کبھی کاٹ لیتے تو پھر اسی طرح ہو جاتا نبی کریم نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے کہا کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں کو ان کو خدا تعالیٰ نے اجر سات سو گنے کر کے دیا ہے پھر اور کچھ قوموں کا بیان کر کے فرمایا:-

"ثم اتی علی قوم بین ایدیھم لحم نضیج فی قدور و لحم اٰخر نیٔ قذر خبیث فجعلوا یاکلون من النیی ویدعون النضیج الطیب فقال ما ھؤلاء یا جبرئیل قال ھٰذا الرجل من امتک تکون عندہ المرأۃ الحلال الطیب فیاتی امرأۃ خبیثۃ فیبیت عندھا حتّٰی یصبح والمرأۃ تقوم عند زوجھا حلالا طیبا فتأتی رجلا خبیثا فتبیت معہ حتّٰی تصبح .... ثم اتی علی رجل قد جمع حزمۃ حطب عظیمۃ لا یستطیع حملھا وھو یزید علیھا فقال ما ھٰذا یا جبرئیل قال ھٰذا الرجل من امتک تکون عندہ امانات الناس لا یقدر علی ادائھا وھو یزید علیھا ویرید ان یحملھا فلا یستطیع ذٰلک"؛

ترجمہ - پھر ایک قوم کے پاس آئے ان کے آگے ہنڈیوں میں پکا ہوا گوشت پڑا ہوا تھا اور دوسرا گوشت کچا گندا خبیث تھا تو وہ پکا ہوا چھوڑ کر کچا کھانے لگے تو آپ نے جبرئیل سے فرمایا کہ یہ لوگ کون ہیں فرمایا کہ یہ آدمی تیری اُمّت سے ہے کہ اس کے پاس ایک حلال طیب عورت ہوگی تو وہ اس کو چھوڑ کر ایک خبیث عورت کے پاس جا کر صبح تک رات گذاریگا اسی طرح عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس جا کر صبح تک رات گذاریگی پھر اسکے بعد ایک آدمی کے پاس آئے کہ اس نے لکڑی کا بڑا گٹھا جمع کیا ہوا تھا اس کے اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور زیادہ چاہتا تھا آپ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کہا کہ یہ آدمی تیری اُمّت سے ہوگا اس کے پاس لوگوں کی امانات ہونگی وہ ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھیگا اور وہ ان سے بڑھکر امانتیں مانگیگا اور ان کو بڑھانے کا ارادہ کریگا - اور اس کی طاقت نہیں رکھیگا؛

پھر ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۳: "ثم عضیت هینهة فاذا انا

باقوام لهم مشافر کمشافر الابل قد وکل بهم من یاخذ بمشافرهم ثم یجعل فی افواههم صخرا من نار ثم یخرج من اسافلهم فسمعتهم یضجون الی الله قلت یا جبرئیل من هؤلاء قال هؤلاء من امتك الذین یأکلون اموال الیتامی ظلما انما یأکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا۔"

ترجمہ۔ پھر میں تھوڑی دیر آگے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ اقوام تھیں ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان کے لئے ایک ایسا شخص جو ان کے ہونٹوں کو پکڑے) مقرر کیا گیا تھا ان کے منہ میں ایک چنگارا آگ کا ڈالا جاتا تھا جو انکے نیچے سے نکل جاتا تھا پس میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف چیخ پکار کرتے سنا۔ میں نے جبرئیل سے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ لوگ تیری اُمت کے ہیں جو کہ یتامیٰ کے اموال کھاتے ہیں اور وہ نہیں کھاتے مگر آگ اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے ؛

پھر ملاحظہ ہو در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۱۔ "واخرج احمد وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل والضیاء فی المختارۃ بسند صحیح عن ابن عباس قال لیلۃ اسری برسولؐ دخل الجنۃ فسمع فی جانبہا وجسا فقال جبرئیل ما ھذا فقال ھذا بلال المؤذن فقال النبیؐ حین جاء الی الناس قد افلح بلال رئیت لہ کذا وکذا۔"

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک جانب سے آواز سنی تو جبرئیل سے فرمایا کہ یہ کون ہے تو جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ بلالؓ مؤذن ہے پھر رسول کریمؐ جب لوگوں میں تشریف لائے فرمایا کہ بلالؓ کامیاب ہو گیا کیونکہ آج رات میں نے اس طرح اس طرح دیکھا ہے۔ اب ناظرین غور فرمادیں کہ کیا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان اور جنت میں گئے تھے تو ساتھ ہی آپ کی اُمت اور بلالؓ کا بھی معراج ہو گیا اور وہ بھی ساتھ ہی جنت میں داخل ہو گئے اگر یہ کشفی یا رؤیا کا معاملہ نہ ہو تو اس کا ظاہر پر محمول کرنا ممکن نہیں ؛

پھر ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۱۹

واخبرنی الزھری عن ابن المسیب انه قیل له اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك قال ابوھارون فی حدیث ابی سعید ثم جیٔ بالمعراج الذی تعرج فیه ارواح بنی اٰدم - ترجمہ - ابوہارون نے ابی سعید کی حدیث میں کہا ہے کہ پھر اس معراج کو جو کہ بنی آدم کے ارواح کا معراج تھا لایا گیا پس یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا معراج بھی روح کے ساتھ ہوا نہ کہ اس جسد خاکی سے کیونکہ آپ کے لئے معراج ارواح کا لایا گیا نہ کہ اس جسم خاکی کا۔

تفسیر خازن

ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۳

عن انس ابن مالك قال کان ابوذر یحدث ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال فرج سقف بیتی وانا بمکة فنزل جبریل فذکر القصة بتمامھا"

ترجمہ - ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی اور پھر جبرئیل اترا + اور بعض دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ وہ گھر ام ہانیؓ کا تھا ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان صفحہ ۳۹۰

"اصح الروایات علی ان الاسراء کان من بیت ام ھانی بنت ابی طالب"

پس چھت کا پھاڑا جانا دوسرے گھر والوں کو معلوم ہونا چاہیئے اور نیز یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس چھت کو دوبارہ بنایا گیا ہو +

پھر ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۶

"وفیه ان الجبار تبارك وتعالیٰ دنا فتدلی وذکرت عائشة ان الذی تدلی ھو جبرئیل علیه السلام قال البغوی ھذا الاعتراض عندی لا یصح لان ھذا کان رؤیا فی النوم اراہ اللہ قبل ان یوحی الیه بدلیل اٰخر الحدیث فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام"

امام بغوی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کا آیت ثم دنی فتدلیٰ سے خدا کا مراد نہ لینا بلکہ جبرئیل کو لینا صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک رؤیا تھی جو آپ کو خدا نے سونے کی حالت میں پہلے اس کے کہ آپ پر وحی نازل ہو دکھائی اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ پھر آپ جاگ اُٹھے اور آپ مسجد الحرام میں ہی تھے

تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳۷

اتیت لیلۃ اسری بہ بدابۃ فوق الحمار ودون البغل خطوھا عند منتھی طرفہا کانت تسخر للانبیاء قبلی فرکبتہ۔

رسول کریم فرماتے ہیں کہ میری سواری کے لئے وہی چارپایہ لایا گیا جو پہلے انبیاء ؑ کے لئے بھی لایا جاتا تھا یعنی جیسے پہلے انبیاؤں کا معراج ہوتا تھا۔ پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۲ وکانت الانبیاء ترکبہ قبلی...... ثم اتیت بالمعراج الذی تعرج علیہ ارواح بنی آدم" کہ براق پر پہلے انبیاء سوار رہا کرتے تھے اور پھر میرے پاس وہ معراج لایا گیا جو کہ ارواح نبی آدم کا معراج تھا یعنی اجسام کا معراج نہیں تھا بلکہ ارواح کا تھا۔

پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳۹

"اخرج ابن مردویہ من طریق کثیر بن خنیس عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ؐ بینما انا مضطجع فی المسجد لیلۃ نائما اذ رئیت ثلاثۃ نفر وذکر القصۃ بتمامھا۔ ترجمہ رسول کریم ؐ نے فرمایا کہ میں مسجد میں رات کے وقت سویا ہوا تھا کہ میرے پاس تین اشخاص آئے۔

پس یہ مذکورہ بالا احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معراج اس خاکی جسد سے نہیں ہوا بلکہ وہ ایک کشف یا ایک رؤیا تھا۔

وماجعلنا الرؤیا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس اب ہم مفسرین کے اقوال سے بتاتے ہیں کہ آیت ماجعلنا الرؤیا میں رؤیا سے کیا مراد ہے۔

ملاحظہ ہو تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان:-

"الرابع ھو قول اکثر المفسرین ان المراد من ھذہ الرؤیا ھی حدیث الاسراء"

ترجمہ۔ کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ اس رؤیا سے مراد اسراء ہے ؛

(۲) ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۷۲ :۔

" حدثنا عبید بن سلیمان قال سمعت الثوار یقول فی قولہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناك یعنی لیلۃ اسری بہ الی بیت المقدس " ترجمہ۔ ثوار مذکورہ بالا آیت میں کہتے تھے کہ اس میں رؤیا سے مراد اسراء کی رات ہے۔

" وعن ابن ابی نجیح عن مجاھد فی قولہ الرؤیا التی اریناك قال حین اسری بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم " ترجمہ۔ مجاہد بھی اس آیت میں یہی کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد آیت میں اسراء ہے

(۳) پھر ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۲۰۰

" الاکثرون من المفسرین علی ان المراد منھا ما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج من العجائب والآیات "

ترجمہ۔ اکثر مفسرین وما جعلنا الرؤیا التی اریناك میں رؤیا سے مراد وہی لیتے ہیں جو آپ نے معراج کی رات میں عجائب اور آیات دیکھی ہیں ؛

(۴) پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۹۱

" اخرج عبد الرزاق وسعید ابن منصور واحمد والبخاری والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وابن مردویہ والبیھقی فی الدلائل من ابن عباس واخرج سعید ابن منصور عن ابی مالك واخرج ابن سعد وابو یعلی وابن عساکر ھم عن ام ھانیٔ۔ واخرج ابن اسحق وابن جریر وابن المنذر عن الحسن و اخرج ابن جریر وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی الآیہ قال ھو ما رای فی بیت المقدس لیلۃ اسری بہ "

مذکورہ بالا تمام کتب میں آیت میں رؤیا سے مراد اسراء ہی ہے۔ پس یہ آیت ہمارے مقصد پر کافی روشنی ڈالتی ہے کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ایک رؤیا تھی پھر اگر معراج کو رؤیا نہ تسلیم کیا جائے اور ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس سے یہ اعتراض

پڑیگا کہ آپ جب جنت میں داخل ہوئے اور پھر وہاں بلال کو بھی دیکھا تو پھر چاہیئے تھا کہ آپ جنت سے نہ نکالے جاتے کیونکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت میں جو داخل ہونگے وہ نکالے نہیں جائینگے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموات و الارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ۔

اور پھر فرمایا وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔

اور پھر فرمایا وما ھم منھا بمخرجین کہ اہل جنت جنت سے نکالے نہیں جائینگے پس اگر معراج کو رؤیا یا کشف نہ تسلیم کیا جائے تو پھر آپ کا جنت سے نکالے جانا قرآن مجید کے خلاف ہے اور نیز مذکورہ بالا احادیث کے بھی۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک رؤیا اور کشف تھا۔ لیکن یہ رؤیا و کشف بہت اعلیٰ درجے کا کھلا کھلا تھا جس میں اسلام کی آئندہ ترقی کے نظارے دکھائے گئے اور وہ حرف بحرف صحیح نکلے ؛ جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل)

مسیح کی وفات

پر

ایک مولوی فاضل کے اعتراضات

اخبار اتحاد امرتسر میں ایک "مولوی فاضل"۔ "منشی فاضل"۔ "زبدۃ الحکماء" نے اپنے دو خواب شائع کیے جن میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ احمدی جماعت کے پاس وفات مسیح کی کوئی دلیل نہیں۔ صرف توفی کا مشتبہ لفظ پیش کرتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب "فاروق قادیان" میں لکھ دیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) توفی مشتبہ لفظ نہیں۔ بلکہ یہی لفظ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک اور یہی لفظ ہے جس کے ذریعے حضرت

یوسف نے اپنے لئے دعا کی وتوفنی مسلماً اور یہی لفظ ہے جو تمام لوگوں کی موت کے لئے لایا گیا واللہ خلقکم ثم یتوفکم اور یہی لفظ کافروں کے لئے ہے ان الذین توفھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم اور یہی لفظ متقیوں کے واسطے ہے کذالک یجزی اللہ المتقین الذین یتوفھم الملٰئکۃ طیبین - اور یہی توفی کا لفظ ہے جو نماز جنازہ میں ہر مسلم کے لئے پڑھا جاتا ہے ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الاسلام - پس کیونکر ہو سکتا ہے - کہ جو لفظ دوسروں کی موت ثابت کرنے کے لئے صریح ہو وہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے مشتبہ بن جائے پھر مَیں نے مولوی صاحب موصوف کو چیلنج کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور انسان مفعول تو توفّی کے معنی بجز قبض روح (موت) کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے - اگر ہو سکتے ہیں - تو آپ ایک ہی مثال پیش کریں - ان باتوں کا جواب مولوی صاحب نے کچھ نہیں دیا - مگر یہ لکھ دیا ہے کہ قادیانی صاحبان لفظ توفی کو مشتبہ مان گئے - یہ کیسی بے انصافی ہے کہ ایک شخص چیلنج پر چیلنج کر رہا ہے کہ توفّی کے معنی بجز موت کے کچھ اور قرآن مجید یا حدیث صحیح یا لغت عرب سے دکھاؤ - اور آپ فرما رہے ہیں کہ اکمل صاحب نے مان لیا توفی مشتبہ لفظ ہے حضرت! توفّی مشتبہ نہیں - مشتبہ موت کا لفظ ہے جس کے دس معنی مَیں نے آپکو بحوالہ آیات قرآنی لُغت عرب سے دکھائے ہیں - یعنی (۱) حزن وخوف (۲) زوال قوّت عقلیہ (۳) زوال قوّت حسیّہ (۴) سکون (۵) نوم (۶) زوال قوّت نامیہ (۷) غشی (۸) فقر (۹) معصیت (۱۰) جنون وصرع ؛

پھر مَیں نے لکھا تھا کہ "مرزائی صاحبان" صرف متوفیک سے موت مسیح کا استدلال نہیں کرتے جو آپکو استقبال کا عذر پیش کرنے کا موقعہ ملے - بلکہ وہ آیت فلما توفیتنی ہے اور توفیتنی سے بھی جس طرح استدلال کیا جاتا ہے وہ بھی پیش کر کے چیلنج کیا تھا - اگر کچھ ہمّت ہے تو ان دلائل کو توڑو سکا بھی کچھ جواب بن نہیں آیا ؛

متوفّیک کے معنی صحیح البخاری میں ممیتک آئے ہیں اور یہ رافعک سے پہلے ہے پس رفع جیسا بھی ہو - بہرحال موت کے بعد ہے - اس کا آپ نے کیا جواب دیا پھر مَیں نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ جناب خداوندی میں اپنا عذر بیان کر رہے ہیں - کہ مَیں نے لوگوں کو تثلیث کی تعلیم نہیں دی - بلکہ مَیں تو اعبدوا اللہ ربی وربکم ہی کہتا رہا - وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم - جب تک مَیں ان میں رہا - ان کا نگران حال رہا - یعنی اسوقت تک

تو وہ توحید پر قائم تھے۔ ہاں جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی (اے میرے مولیٰ) ان کا نگہبان تھا۔ پھر مجھے علم نہیں۔ میری وفات کے بعد کیا ہوا۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ اُمت عیسویہ مسیح کی وفات کے بعد قائل تثلیث ہوئی (چونکہ اب قائل تثلیث سب دیکھ رہے ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ وفات ہو چکی ہے) دوم یہ کہ مسیح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے ورنہ قیامت کے دن اپنی لاعلمی جتانا جھوٹ ہے جو ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔ اس کے جواب میں مولوی فاضل زبدۃ الحکماء نے یہ خامہ فرسائی کی ہے ؛

(۱) آیت توفّی کو چھوڑ کر آیت مخاطبہ پیش کر دی۔ (۲) سوال جو قیامت کو ہوگا وہ اس زندگی کی نسبت ہے جو بنی اسرائیل میں گذر چکی اس زندگی کا ذکر نہیں جو بحالت مجددیت اہل اسلام میں گذرے گی (۳) اگر عامۃ الناس مراد ہوں تو بھی اُمت کے حالات سے لاعلمی جتانا کذب نہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمّت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرینگے پس اگر حضرت مسیح انکاری ہوگئے تو کونسی بڑی بات ہوگی ؛

یہ باتیں کچھ ایسی سخیف اور واہی ہیں کہ مجھے ان کا جواب دیتے بھی شرم آتی ہے اور میں اگر ایڈیٹر صاحب اتحاد پر اعتبار نہ کروں تو مان نہیں سکتا کہ ایک مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ زبدۃ الحکماء کے قلم سے یہ مضمون نکلا ہے ؛

میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ انّی متوفّیک کا نام تو آپ نے آیت توفّی رکھ لیا ہے۔ اور فلمّا توفّیتنی کیوں "آیت توفّی" نہیں بلکہ اس کا نام آیت مخاطبہ ہے۔ حالانکہ دونوں آیتوں میں۔ توفّی موجود ہے۔ اور استدلال بھی اسی لفظ سے ہے۔ اور معنی بھی میں نے اپنی طرف سے نہیں کیئے بلکہ آپ کے ممدوح مولوی ثناء اللہ صاحب بھی اس کے یہی معنی کرتے ہیں ملاحظہ ہو "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" وکنت علیہم شہیداً (اے) ناظر اگر نگہبان مادمت فیہم موجوداً فلما توفیتنی کنت انت الرقیب الشاھد علیہم یعنی جب تک میں ان میں موجود رہا ان کی حرکات کا ناظر و نگران رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دی (توفیتنی کے معنی وفات دی میں نے اسلئے کیئے ہیں کہ پارہ ۳ میں زیر آیت انّی متوفّیک مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں ممیتک حتف انفک) تو تو ہی نگران تھا یعنی عدم موجودگی کا سبب رفع الی السماء نہیں بلکہ موت ہے۔ اور تفسیر غایۃ البرہان تصنیف مولوی محمد حسن صاحب نقوی میں بھی یہی معنی ہیں ملاحظہ

ہو صفحہ ۲۰۲ تفسیر مذکور "جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر رقیب" پس مولویصاحب یہ آیت بھی آیت توفّیتنی ہی ہے اور معنی بھی وہی جو آپکے مولوی صاحبان کرتے ہیں۔ (۲) آپ کا دوسرا جواب بھی عجیب و غریب ہے کہ سوال اس زندگی کی نسبت ہے جو بنی اسرائیل میں گذری۔ میں نے پہلے کہا کہ اس زندگی کی نسبت نہیں جو بنی اسرائیل میں گذری بلکہ "صرف" اس زندگی کی نسبت ہے جو بقول آپکے دوبارہ اہل اسلام میں گذریگی۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ایک غلط تعلیم منسوب ہوتی ہے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے ان کی بریت کراتا اور ان کے عقیدتمندوں پر حجّت قائم فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ عرض کرتے ہیں کہ جتنی مدّت لوگوں میں رہا تو جب کی تعلیم دی۔ یہ بگڑے ہیں تو میری وفات کے بعد۔ پس میں ذمہ وار نہیں یہ خود ہی ذمہ وار ہیں۔ اگر یہ سوال اس زندگی کی نسبت ہو جو بنی اسرائیل میں گذری تو اس سے وفات مسیح کا جو استدلال کیا جا رہا ہے اس پر کیا جرح ہو سکتی ہے۔ وہ بنی اسرائیل بھی آپ کی زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ زندگی کے بعد ہی بگڑے ہیں۔ اور مولوی صاحب یہ تو فرمایئے کہ آپنے یہ کیا کہدیا حضرت عیسیٰؑ کی زندگی بحالت مجددیت گذرے گی۔ کیا یہ جمہور اہل سُنّت کے مذہب کے خلاف آپ کا مذہب نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آکر صرف "مجدد" ہونگے نبی نہیں ہونگے۔ نبوّت تو ایک نعمت ہے حضرت عیسیٰ سے کونسا ایسا گناہ سرزد ہوگا جو یہ نعمت چھن جائیگی۔ ذٰلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم

وانّ الانبیاء لفی امان عن العصیان عمدًا او اعتزال

آپ بھول گئے؟

(۳) تیسرا جواب بھی آپنے خوب ہی یاد اتھی۔ ایک مولوی فاضل زبدۃ الحکماء کی شان کے ہی شایاں ہے ارشاد کیا ہے کہ اور انبیاءؑ اپنی اپنی اُمّت کے حالات سے انکاری ہو گئے۔ تو حضرت مسیحؑ کا انکاری ہو جانا کونسی بڑی بات ہے۔ کیا آپکا یہ مطلب ہے کہ انبیاء خود باللہ جھوٹ بولینگے تو کیا ہوا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے بھی ایک خلاف واقعہ بات کہدی۔ بہت خوب! جناب من! حضرت مسیحؑ کا اپنی اُمّت کے حالات سے انکاری ہونا واقعی بڑی بات ہے۔ اسلئے کہ اور انبیاء تو لاعلمی کا اظہار اسلئے دینگے کہ وہ واقعی لاعلم ہونگے وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے۔ انکو کیا معلوم کہ انکی اُمّت نے ان کی وفات کے بعد کیا کیا اور کس عقیدہ کے پیرو ہو گئے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ تو آپکے اعتقاد کے مطابق دوبارہ آکر

چالیس سال ٹھیرینگے۔ اور کام بھی وہی کرینگے جس کی نسبت سوال ہوگا یعنی "کسر صلیب" ورنہ آپ کہہ سکتے تھے کہ دیگر اشغال میں ان کو یہ جاننے کی فرصت نہیں ملی کہ ان کی اُمت صلیب پرست اور قائل تثلیث ہوگئی گو یہ بھی ایک عذر بارد ہی ہوتا۔ تاہم جب سوال ہی اس عقیدہ کی نسبت ہے جس کی تردید میں وہ چالیس سال گذار دینگے تو پھر لاعلمی بیان کرنا بڑے اندھیر کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

اور جس آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے یعنی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اُجبتم قالوا لاعلم لنا۔ اسی کی بناء پر تو ہم کہتے ہیں کہ مسیح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے۔ کیونکہ آیت میں تمام رسولوں کے جمع ہوکر بیان دینے کا ذکر ہے خدا تعالیٰ انہیں اپنی اپنی اُمتوں کی قبولیت کے بارے میں پوچھے گا کہ تمہارے منکرین کس حد تک قابل مواخذہ ہیں اور ماننے والوں کا کیا حال رہا تو وہ عرض کرینگے کہ ہمیں اس بارے میں کچھ علم نہیں ہم نے پیغام ربانی پہنچا دیا ہماری وفات کے بعد وہ کس تعلیم پر چلے ہمیں علم نہیں سو دوسرے تمام پیغمبر تو لاعلم لنا کہنے میں سچے ہونگے مگر حضرت عیسیٰ لاعلمی کا عذر کرنے میں اسوقت تک سچے نہیں ہوسکتے جبتک یہ نہ ملجائے کہ وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے۔ پس مولوی صاحب آپنے جو آیت پیش کی ہے وہی آپ پر حجت ملزمہ قائم کرتی ہے اب سوائے اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ آپ یا تو یہ مان لیں کہ الرسل میں حضرت عیسیٰ شامل نہیں۔ (۲) یا حضرت عیسیٰؑ (نعوذ باللہ) سچ نہیں بولینگے اور خلاف واقعہ بیان دینگے۔ تعجب ہے کہ توفی کا لفظ دوسرے رسولوں کے لئے آئے تو اسکے معنی موت ہی ہوں حتیٰ کہ سردار انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مگر حضرت عیسیٰؑ کے لئے اسکے معنی برخلاف لغت عرب موت نہیں رہتے۔ اسی طرح قد خلت من قبلہ الرسل میں دوسرے رسولوں کے لئے خلا کی صورت موت یا قتل ہی ہو لیکن حضرت عیسیٰؑ کے لئے تو رفع الی السماء۔ اب یہ تیسری خصوصیت غالباً آپ پیش کرنیوالے ہیں کہ قیامت کے روز تمام رسولوں کی حاضری ہوگی لیکن عیسیٰ علیہ السلام حاضر نہیں ہونگے باقی رہی دوسری صورت کہ وہ خلاف واقعہ بیان دینگے تو یہ بھی صریحاً غلط ہے۔ ایک اولوالعزم نبی کو جھوٹا کہنے سے ہمارے لئے یہ آسان ہے کہ ایک مولوی فاضل کو غلطی پر سمجھ لیا جائے تفسیر خازن نے اس آیت کی خوب تشریح کی جو آپکے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔

• لا حقیقۃ لعلمنا لعاقبۃ امرھم لانا کنا نعلم ما کان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منھم بعد وفاتنا ولا نعلم ما احدثوا من بعدنا ومنہ ما اخبرا اللہ

عن عیسیٰ علیہ السلام بقولہ وکنت علیہم شہیدًا ما دمت فیہم فلما توفیتنی "

" یعنی جب تمام رسول بارگاہ ربی میں حاضر ہونگے تو ماذا اجبتم کے جواب میں متفق اللفظ سب کے سب یہ بیان دینگے کہ ہمیں انکا انجام معلوم نہیں کیونکہ ہم ان کے افعال و اقوال کا علم اپنی زندگانی ہی میں رکھ سکتے ہیں اور ہم نہیں علم رکھتے اس چیز کا جو ان سے ہماری وفات کے بعد صادر ہوئی اور نہیں جانتے جو ہمارے بعد انہوں نے نئے نئے عقیدے نکالے اور اسی سے ہے وہ جو خبر دی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ کہینگے میں انکا نگران تھا جب تک انمیں رہا پھر جب یہ رہائش وفات سے موقوف ہوئی تو مجھے لاعلمی محض ہے کیونکہ میں دوبارہ ان کو دیکھنے نہیں گیا۔"

اللہ اکبر! خربت امرتسر۔ کس قدر صراحت سے تمام انبیاء کا متفقہ بیان ہے کہ ہماری وفات ہو چکی اور اسکے بعد کی ہمیں خبر نہیں لاعلمی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت چونکہ خیال ہو سکتا تھا کہ دوبارہ آئے ہونگے اسلئے مفسر نے مثال انہی کی پیش کر دی کہ وہ بھی یہی کہینگے کہ امت کے بگڑنے سے پہلے میری وفات ہو چکی تھی اور پھر میں ان کے حالات سے آجتک لاعلم رہا۔ فرمائیے مولوی فاضل صاحب فاینی المفر + آپنے مجھے الزام دیا ہے کہ میں ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں لگ گیا یہ افتراء محض ہے ایک کلمہ بھی خلاف موضوع و مراد میں نے نہیں لکھا اور صرف آپکے اعتراضات کا جواب دیا ہے

آپ لکھتے ہیں۔ کہ تواتر تاریخ اسلام و غیر اسلام سے حیات مسیح ثابت ہے۔ کیا آپ تواتر کے معنی بھول گئے یا عمداً غلط فہمی ڈال رہے ہیں۔ آپ انجیل پڑھیں اس میں سے آپ کو کیا معلوم ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں تو مسیح کے صلیب پر مر جانے کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ دیکھئے یہود کس دعویٰ سے کہتے ہیں انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم اور عیسائی کہتے ہیں مسیح نے ہمارے لئے صلیب پر جان دی۔ کیا آپ اس تواتر تاریخ پر ایمان لاتے ہیں اسکی تردید تو کلام اللہ قرآن مجید نے ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم سے کر دی کہ مسیح مقتول بالمصلوب کے مشابہ بنائے گئے قتل علی الصلیب واقعہ نہیں ہوا اسکے بعد قرآن شریف نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ فلما توفیتنی سے ثابت کر چکا ہوں اس کلام کے مقابل میں ایک مسلم کسی قصہ کہانی کی کیا پروا کر سکتا ہے پھر تاریخ سے بھی ثبوت ملتا ہے تو اسی بات کا کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں آ گئے اور یہیں وفات پائی وآوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین چنانچہ اس کا ثبوت تشحیذ میں کسی دوسری جگہ دیا گیا ہے آپ میں اگر کچھ قابلیت ہے تو اسکی تردید کیجئے

اور تاریخ سے اپنے دلائل دیجئے جن سے ان کی حیات ثابت ہو۔ مولوی صاحب ذرا سوچ سمجھ کر کہیں دمودر والی بات نہ ہو جو ایک دوسرے کو دیکھ کر تمام درباروالوں نے داڑھیاں منڈوا دیں چار ابرو کا صفایا کر دیا۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی انسان نہیں مرا بلکہ کسی کا گدھا دمودر نام مر گیا تھا۔ آسمان پر جاتے ہوئے کس نے دیکھا۔ اور آسمان پر پہنچنے کی رسید کس کے پاس پہنچی۔ اور وہ کہاں محفوظ ہے۔ تاریخ کے یہ معنی نہیں کہ چند لوگ کسی بات کے قائل چلے آئیں تو صحیح ہی ہوتی ہے اس طرح تو آپکو ماننا پڑیگا کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ اور وہ بھی تاریخ ہی ہے جس کے رو سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مسیح کوئی وجود اصلی صفحۂ دنیا پر ہوا ہی نہیں۔ اسلام کی تاریخ تو نبی کریم صلعم سے شروع ہوئی ہوگی اس سے پہلے گذرے ہوئے واقعات کی خبر تو قرآن مجید ہی میں ہو سکتی ہے۔ جو وفات کا اعلان نہ اب سے بلکہ تیرہ سو برس سے فرما رہا ہے۔ اور آپ اب تک غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔ اور اب جو سو بار جگانے سے جاگے ہیں تو بدحواسی میں ان عیسیٰ لم یمت وھو حیّ فی السماء پکارنے لگے ہیں ہم نے آپ سے پوچھا تھا۔ کہ یہ عربی فقرہ۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں آپ مسلمان ہو کر کیوں پیش کئے جاتے ہیں اس کا جواب مجھے دیا ہے کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین کی حدیث کہاں ہے۔ اجی حضرت! جب میں یہ حدیث پیش کرونگا آپ مجھ سے اسکی صحت کی نسبت بحث کر لینا اول آپ قرآن مجید کی آیت فلما توفیتنی کے مقابل پیش ہونے والے فقرہ کو تو حدیث صحیح ثابت کر دیجئے۔ کیونکہ آپ نے اپنے مضمون میں بڑے دعویٰ سے لکھا تھا کہ اہل اسلام لم یمت اور حیّ مرزائیوں کے مقابل میں پیش کرتے ہیں جو نہایت صریح اور گویا ایک ہی دلیل حیات مسیح کی ہے یہی معتمد علیہ دلیل جس پر فخر کیا جا سکے سند نہیں ہونی چاہیئے۔ کبھی کوئی مرزائی آپکو ایسا نہیں ملا۔ نہ ملے گا۔ جو وفات مسیح کی یہی ایک دلیل پیش کرتا ہو یا اسی پر اسکو ناز ہو کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین بلکہ "مرزائی" تو آیات قرآنی پیش کرتے ہیں اور پھر ہر پہلو سے حجت قائم کرنے کے لئے آپ ہی کے مسلمہ بزرگوں کی مستند و معتبر کتب سے یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ پس آپ پہلے تو وفات مسیح میں پیش ہونے والی آیات قرآنی کا جواب دیں پھر جب یہ حدیث پیش ہو۔ تو آپ اعلان کریں کہ جن کتابوں سے یہ دکھائی جاتی ہے وہ کتابیں ہمارے (اہل سنت و جماعت کے) نزدیک معتبر نہیں۔ اور ان کے مصنف مرزائیوں کی طرح "گمراہ" اور "کافر" تھے بلکہ مفتری یا کم از کم "جاہل وا جہل" جو ایک غلط حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی پھر میں انشاء اللہ آپ کو اس کی صحت کا ثبوت ایسا دونگا کہ آپ مرتے دم تک اس کا جواب نہ دے سکینگے۔ ورنہ جو چیز آپ کی مسلمہ ہے اس کا بار ثبوت ہم پر ڈالنا ناواجب ہے۔ آپ نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھا ہے کہ جو عقیدہ تیرہ سو سال سے زمانہ براہین تک موجب دخول فی الجنۃ تھا۔ آخری زندگی میں شرک ہو گیا۔ مگر یہ جب صحیح ہوتا کہ ہم دلائل تیرہ سو برس

بعد کی کسی کتاب سے دیتے ہم تو قرآن مجید سے دلائل دیتے ہیں جو اسلام کی ابتدا ہے۔ اجماع صحابہ کرام پیش کرتے ہیں جو وفات النبی پر ہوا کہ قد خلت من قبلہ الرسل (حضور علیہ الصلوٰۃ سے پہلے تمام رسل وفات پاچکے) پھر کیا یہ نہیں۔ کہ بعض باتیں نبی کریم صلعم کے ابتدائی زمانے میں جائز تھیں اور پھر حرام ہو گئیں اس صورت میں جو اس اعتراض کا جواب آپ کی طرف سے ہو گا۔ وہی ہماری جانب سے سمجھ لیں تاہم اس کا جواب ایک الگ مضمون میں دیدیا گیا ہے ۔

اخیر میں ایک اور بات لکھتا ہوں پہلے پہلے میں آپ پر حسن ظن کیا تھا اور آپکے خوابوں کو فی الواقعہ خواب مان لیا تھا لیکن باوجود میرے یہ لکھ دینے کے کہ توفی کے معنی بلا اشتباہ موت ہیں آپ کا یہ اعلان کرنا کہ توفی کا لفظ اکمل کے نزدیک مشتبہ ہے میرے اعتقاد کو صدمہ پہنچاتا ہے اور میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ موکد بعذاب قسم کھائیں جو فی الواقعہ آپنے یہ دو خواب سچ مچ دیکھے ہیں۔ اور (سیدنا) "مرزا صاحب" اور (جناب) "مولوی نورالدین صاحب" آپ کو خواب میں ملے ہیں؟ اور انہوں نے یہ کلمات فرمائے ہیں جو اخبار میں آپنے نقل کئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ اس پر ہرگز حلف نہیں لینگے اگر لینگے تو اس افتراء کا نتیجہ بہت جلد دیکھ لینگے اور حلف نہ لینے کی صورت میں لوگوں پر واضح ہو جائے گا۔ کہ غیر احمدیوں کے مولوی اور "مولوی فاضل" ایسے ایسے ہوتے ہیں جو جھوٹے خواب بنانے سے بھی نہیں ڈرتے ایک مولوی فاضل پہلے موجود ہیں جو عدالت میں بیان دیتے ہیں کہ انسان جھوٹ بول کر بھی متقی کا متقی رہتا ہے۔ اور لطف یہ کہ سچ بولنے کی ایک انجمن بھی رکھتے ہیں اب یہ دوسرے مولوی فاضل ہیں جو خود ساختہ خواب شائع کرتے ہیں۔ اور وعید رسول اکرم سے نہیں ڈرتے۔ خدا ایسے مولویوں سے اُمت محمدیہ کو محفوظ رکھے اللّٰھم آمین ۔

مجھے کہتے ہیں حیات مسیح کے دلائل کھلے دل سے توڑئیے اور دلیل ایک بھی پیش نہیں کی مولوی صاحب! وہ مضمون آپنے لکھے کونسے دلائل آپنے حیات مسیح کے دئیے۔ ہاں حق ولد ہمت ضرور لکھا مگر میں نے جب اس عربی فقرہ کی سند دریافت کی تو جواب ندارد لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین۔ خوب ایسے ایسے دلائل ہی رہنے دیجئے ورنہ لوگ سمجھینگے کہ مولوی فاضل وہ ہوتا ہے جو بے دلیل بات کرے۔ مولوی صاحب آپ اپنے مضمون مولوی ثناء اللہ صاحب کو دکھائیں تو ان کی منظوری پسندیدگی کے بعد چھپا یا کریں تاکہ ندامت کم از کم ان مولوی فاضلوں پر تو تقسیم ہو جایا کرے ۔

اکمل از گولیکی ۲۰ فروری ۱۹۰۹ء

رجسٹرڈ ال نمبر ۵۶۴